سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۰۸

ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال، کراچی

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے
انتساب
احقر کی جملہ
تصانیف و تالیفات
مرشدنا ومولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور
حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور
حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔
احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۲۱؍شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ مطابق یکم مئی ۱۹۸۶ء

مقامِ وعظ: درحجرہ مہتمم مدرسہ حافظیہ امدادیہ، زنجیرا، رحمت پور، بنگلہ دیش

موضوع: ہم جنس پرستی کے نقصانات، اس میں مبتلا کرنے کے شیطانی حربے اور ان سے بچاؤ کی تدابیر

مرتّب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: رجب ۱۴۳۴ھ، مئی ۲۰۱۳ء

ناشِر: کُتب خانہ مظہری گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

☆......☆......☆

داغِ پیری

میر کے آنسو میں پاتا ہوں نمک
غم ہے ظالم کو کسی نمکین کا

ایک بوڑھے کو دکھایا پیر نے
اور پوچھا کیا یہی نمکین تھا

جس کی ڈاڑھی سے چھپا تھا گال سب
اور مونچھوں سے لبِ شیرین تھا

انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے

از فیضانِ محبت

ہم جنس پرستی سے جو لذت اُڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے

رُسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اُٹھا گئے

ہر گز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عُمر
آپس میں شرم کے جو وہ پردے ہٹا گئے

دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تادم آخر جما گئے

سمجھے تھے جس نظر کو اساس حیاتِ دل
کیوں اس نظر سے آج وہ نظریں بچا گئے

کیا کم ہے دوستو، یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں چرا گئے

یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پَل میں جو رُسوا بنا گئے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

عنوانات .... صفحہ نمبر

عرضِ مرتب

احقر عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ مرشدی و مولائی محبی و محبوبی وسیلۃ یومی وغدی شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد وقت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۰ء سے بنگلہ دیش کے خواص علماء وعوام کی دعوت پر ہر سال وہاں کا سفر فرماتے رہے اور بنگلہ دیش میں تصوف و سلوک حضرت والا کی محنتوں سے زندہ ہوا اور بڑے بڑے علماء، محدثین و مفسرین حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور قریہ قریہ، شہر شہر اللہ کی محبت کی آگ لگ گئی۔ اسی سلسلہ میں حضرت والا نے ۱۹۸۶ء میں بھی بنگلہ دیش کا سفر فرمایا، جس میں حسبِ معمول حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مقامات پر اور دینی اداروں میں نہایت اثر انگیز بیانات ہوئے۔ اس سفر میں حضرت والا کا ایک وعظ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت والا اور مہتممِ مدرسہ حافظیہ امدادیہ، زنجیرا، رحمت پور کی دعوت پر بتاریخ ۲۱ رشعبان المعظم ۱۴۱۶ھ مطابق یکم مئی ۱۹۸۶ء ان کے حجرہ میں ہوا، جہاں مدرسہ کے طلباء واساتذہ جمع تھے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر علماء بھی موجود تھے۔ اس وعظ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جلال الدین رومیؒ اور ان کے شیخ شمس الدین تبریزیؒ کی حکایات کو جو بذاتِ خود عشقِ الٰہی اور معرفت ومحبت کا سمندر ہیں اپنے دلنشیں اور درد بھرے انداز میں بیان فرماتے ہوئے عشقِ مجازی کی پستی وحقارت اور عشقِ الٰہی کی رفعت وعظمت کو بیان کیا، خصوصاً دورِ حاضر میں تیزی سے پھیلتی ہوئی بیماریاں ہم جنس پرستی اور امرد پرستی اور ان سے ہونے والی دین ودنیا کی تباہی وبربادی، ان میں مبتلا کرنے کی نفس وشیطان کی چالیں اور ان سے بچاؤ کے طریقوں کو مفصل بیان فرمایا، جن کو بیان کرنے سے دوسرے حضرات حتیٰ کہ علماء تک گھبراتے ہیں لیکن چونکہ یہ مرض اور حسن پرستی کے دیگر امراض کینسر کی طرح

امت کو ہلاک کررہے ہیں، جن کے معالجہ کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا مؤید من اللہ تھے، اس لئے حضرت والا شروع ہی سے ان مضامین کو بانگِ دہل بیان کرتے تھے، تقریباً ۴۶ سال تو احقر نے حضرت سے یہ مضامین سنے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ یہی مضمون کیوں بیان فرماتے رہتے ہیں، دوسرے مضامین کیوں بیان نہیں فرماتے۔ تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جہاں کالرا (ہیضہ) پھیلا ہوا ہو تو کیا حکیم وہاں نزلہ زکام کی دوا دے گا؟ اس دور میں یہ امراض ہیضہ کی طرح پھیلے ہوئے ہیں، اسی لئے میں بدنظری و حسن پرستی پر زیادہ بیان کرتا ہوں اور فرمایا کہ بعض لوگ اس مضمون کے بیان کرنے پر مجھ سے بدگمان بھی ہوتے ہیں لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں، میں اللہ کے لئے اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر یہ مضمون بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ یہ حضرت والا کے مجدد ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ مجدّد دین کے جس شعبہ کے لئے بھیجا جاتا ہے اس سے سرِ مو انحراف نہیں کرسکتا۔ حضرت والا کی شانِ تجدید حضرت والا کی ہر تقریر و تحریر سے ظاہر ہے۔

الغرض اس بیان میں حضرت والا نے خصوصی طور پر خواص کو اہلِ مدارس علماء و طلباء کے تقویٰ کی حفاظت کے لئے انتہائی اہم ہدایات دیں جو بلا مبالغہ حرزِ جان و ایمان بنانے کے قابل ہیں۔ احقر نے اس وعظ کو جمع و مرتب کیا اور اس کا نام ''ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج'' تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس وعظ کو تا قیامت امتِ مسلمہ کے لئے نافع بنائے اور حضرت والا نور اللہ مرقدہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت کے اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ
خادمِ خاص حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
۲۵ رجب ۱۴۳۴ھ، ۴ جون ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اوران کا علاج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

صحبتِ اہل اللہ کے فوائد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اہل اللہ کے پاس بیٹھوگے، ان کی صحبت میں رہوگے تو اگر تمہیں اللہ کی محبت کی پیاس نہ بھی ہوگی تو پیاس بھی مل جائے گی، وہ پیاس بجھانا بھی جانتے ہیں اور پیاس لگانا بھی جانتے ہیں، اللہ والے خالی اللہ کی محبت کا پانی نہیں پلاتے بلکہ جن کو اللہ کی محبت کی پیاس نہ ہوان کو پیاس بھی لگاتے ہیں ؎

گر تو طالب نیستی تو ہم بیا

اگر تمہیں اللہ کا عشق اللہ کی محبت کی پیاس نہیں ہے تو بھی میرے پاس آؤ ؎

تا طلب یابی ازیں یارِ وفا

تا کہ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طلب، اللہ تعالیٰ کی تڑپ اور پیاس مل جائے۔ یہ ایسے باوفا دوست ہیں کہ اللہ پاک نے قیامت تک کے لئے ان کی رفاقت کے حسن کو منصوص کر دیا:

﴿وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ۝٦٩﴾

(سورۃ النساء)

جن کی رفاقت کی اللہ تعالیٰ تعریف کردے، جن کی رفاقت کو اللہ پاک حسین فرمادے ان کو چھوڑ کر کن سے دوستی کر رہے ہو؟

علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خازن میں لکھتے ہیں کہ جملہ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا میں حَسُنَ اَفعالِ تعجب میں سے ہے، یعنی مَا اَحۡسَنَ رَفَاقَتَہٗ یہ حضرات کیا ہی اچھے رفیق ہیں، یعنی اللہ پاک یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں کہ تمہیں ہماری ذات تک لے آتے ہیں، اگر تم ہم کو اچھا سمجھتے ہو تو ان کو اچھا کیوں نہیں سمجھتے ؟ جو اچھے تک پہنچادے وہ اچھا نہیں ہے؟ شاعر کہتا ہے کہ ؎

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اگر اللہ والے بھی ہم سے محبت کریں تو دوستو، پھر تو لطف اور وجد آجاتا ہے۔

تو اگر تمہارے اندر طلب نہیں ہے تو تم کو اللہ والوں کے پاس یا ان کے غلاموں کے پاس آنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اتباع کی برکت سے غیر معصومین کو معصومین کے ساتھ عطف کرکے بیان کردیا:

﴿مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ﴾
(سورۃ النسآء، اٰیۃ: ۶۹)

انبیاء معصوم ہیں، بے گناہ ہیں اور صدیقین، شہداء اور صالحین معصوم نہیں ہیں لیکن انبیاء کی اتباع کی برکت سے معصومین کے ساتھ غیر معصومین کو عطف کردیا اور ہمیں یہ بتادیا کہ اگر تم بھی پھولوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو، تو اپنے کانٹوں کو اللہ والوں کے پھولوں کے ساتھ ان کی اتباع کے ذریعہ ملادو۔ میرا شعر ہے ؎

ہمیں احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر

یعنی ہم آپ کے چمن میں کانٹے ہیں لیکن حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے صالحین ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ ؎

جس گلستاں کے تم گلِ تر ہو
خار اس بوستاں کہ ہم بھی ہیں

ہم تمہارے دامن سے لپٹے ہوئے ہیں، اگر کانٹا اپنا منہ چھپانا چاہتا ہے تو پھولوں کے دامن میں رہے، وہ بھی پھولوں کے ساتھ بک جائے گا، گنہگار نیکوں کے ساتھ رہیں تو ان شاء اللہ ان کے کانٹے بھی پھول بن جائیں گے، یعنی فاسق ولی اللہ بن جائیں گے۔

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اے دنیا والو، تعجب کیوں کرتے ہو؟ اگرچہ ہم گنہگار ہیں مگر اللہ والوں سے تو جڑے ہوئے ہیں، پھر تم کو کیوں تعجب ہوتا ہے؟ چمن ایسے منظر سے خالی نہیں ہے، جاؤ دیکھو، گلاب کے پھول کے پیچھے کانٹے بھی چھپے ہوئے ہیں، یہ کانٹے ہوتے ہوئے بھی پھولوں کی خوشبو سونگھ رہے ہیں اور باغ سے نکالے بھی نہیں جارہے ہیں لیکن اگر یہی کانٹے پھول سے الگ ہوتے تو مالی انہیں اکھاڑ کے پھینک دیتا۔

شیخ کا ایک ادب

الٰہ آباد ریلوے اسٹیشن کے پاس ایک مسجد عبداللہ کی مسجد کہلاتی ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے اور میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اعظم گڑھ سے تشریف لائے تو میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب، آپ کا مزاج کیسا ہے؟ تو میں نے خوب جوش سے کہا کہ الحمدللہ بہت اچھا ہوں۔ یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت پھولپوریؒ نے مجھ سے

فرمایا کہ جب شیخ کچھ پوچھے تو اس وقت آواز میں سستی مت لاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ نے اپنی تقریر کے بعد ایک عالم سے پوچھا کہ میری آج کی تقریر کیسی تھی؟ آپ کو تقریر میں مزہ آیا؟ تو انہوں نے مریل سی آواز میں کہہ دیا کہ اچھی تقریر ہے۔ حضرت کو ان کی اس ناقدری سے بڑا صدمہ پہنچا اور بعد میں فرمایا کہ یہ کوئی بات ہے کہ مریل سی آواز میں کہہ دیا کہ اچھی تقریر ہے، جیسے ٹائیفائیڈ میں، بخار میں پڑے ہوئے ہوں۔ ارے، آپ کہتے کہ حضرت، وجد آگیا، روح میں بہار آگئی، قلب دیوانہ ہو گیا، ماشاء اللہ، کیا کہنا۔ تم نے اس مضمون کی یہ قدر کی ہے؟ یہ اللہ کی محبت کا مضمون جنت کی حوروں سے افضل ہے، اللہ کے قرب سے جو مضامین آتے ہیں جو ہماری جانوں کو اللہ سے قریب کرتے ہیں کیا وہ حوروں سے افضل نہیں ہیں؟ ایک شخص حوروں کے پاس بیٹھا ہے اور ایک اللہ کے پاس بیٹھا ہے، بتاؤ کون افضل ہے؟ اس لئے علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت:

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝١٥٢﴾

(سورۃ البقرۃ)

میں فَاذْكُرُونِيٓ کو مقدم فرمایا اور وَاشْكُرُوا لِي کو بعد میں بیان فرمایا، کیونکہ نعمت کا حاصل شکر ادا کرنا ہے مگر جو شخص اللہ کا ذکر کر رہا ہے وہ گویا اللہ کے پاس بیٹھا ہے لہٰذا نعمت دینے والے کے پاس بیٹھنے والا شخص نعمت استعمال کرنے والے سے افضل ہے، اس لئے ذاکرین کو پہلے بیان فرمایا اور شاکرین کو بعد میں بیان کیا، ان کو اللہ نے درجہ ثانیہ میں رکھا، کیونکہ شاکرین مال اڑا رہے ہیں اور ذاکرین اللہ کے پاس بیٹھے ہیں، اللہ کا نام لے رہے ہیں، یہ ہے فَاذْكُرُونِيٓ کو مقدّم کرنے اور وَاشْكُرُوا لِي کو مؤخر کرنے کا راز۔ دیکھا، یہ ہیں علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم۔

(اسی دوران ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد سلام حضرت والا نے ان کی خیریت دریافت فرمائی اور فرمایا کہ) مجلس میں مزہ ہے کہ جب چاہو بات کرنے لگو اور جب چاہو خاموش بیٹھ جاؤ۔ وعظ میں اور مجلس میں بہت فرق ہے، اب دیکھئے، آپ کی خیریت پوچھ لی، وعظ میں واعظ خیریت پوچھ سکتا ہے؟ بے چارہ جس موضوع کو لے کر چلا ہے اس مضمون میں جکڑا ہوا ہے، اس سے نہ داہنے نہ بائیں کہیں نہیں جا سکتا، جبکہ مجلس میں آزاد ہوتا ہے، اسی لئے مجلس بزرگوں کی پسندیدہ ہے، مجلس سے جو نفع ہوتا ہے وہ نفع خاص ہوتا ہے، کیونکہ اس میں تکلف نہیں ہوتا، جب مضمون آیا بیان کر دیا اور جب نہیں آیا تو خاموش بیٹھے رہے، اللہ اللہ کرنے لگے، سبحان اللہ، الحمدللہ پڑھنے لگے۔

قصۂ تبریزیؒ ورومیؒ

تو میں کہہ رہا تھا کہ انسان کو پیاس ہو تو کبھی پیاسوں کے پاس پلانے والے بھیج دیئے جاتے ہیں، مثلاً اگر وہ مجبور ہو، اس کے پاس سفر کرنے کا کرایہ نہیں ہے یا وہ جانتا نہیں ہے کہ دنیا میں پلانے والے لوگ کہاں ہیں۔ جیسے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا رومی کے پاس بھیجا گیا۔

حضرت جلال الدین انہیں جانتے نہیں تھے مگر تلاش تھی کہ کوئی اللہ کی محبت کا پانی پلانے والا مل جائے۔ ادھر شیخ شمس الدین تبریزی اللہ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ کسی کو بھیج دیجئے کہ آپ کی محبت کی امانت اس کے حوالے کروں تو ان کو خواب میں بتایا گیا، انہوں نے خواب ہی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ، مجھے اپنا کوئی ایسا بندہ دے دیجئے کہ میرے سینہ میں آپ کی محبت کی جو آگ ہے اسے قبر میں جانے سے پہلے اس کے سینہ میں منتقل کردوں ۔ انہیں خواب ہی میں آواز آئی کہ اے شمس الدین، قونیہ جاؤ، وہاں

ایک مولوی جلال الدین ہے، اس کے پاس جاؤ، جلال الدین رومی کا نام بھی لیا اور قونیہ کا نام بھی لیا، سب غیب سے انہیں بتلایا گیا کہ وہ ہماری محبت کی پیاس رکھتا ہے، اور ہم سے دوری میں پریشان ہے، اس کو ہماری محبت سکھاؤ اور ہمارے قرب کی شراب پلاؤ۔ اب یہ قونیہ پہنچ کر چاول فروشوں کی منڈی میں بیٹھ گئے۔ چاول بیچنے والوں کو فارسی میں برنج فروش کہتے ہیں، اس لئے فیرینی کو شیرِ برنج کہتے ہیں، فیرینی جس میں پسا ہوا چاول، دودھ اور پسا ہوا بادام وغیرہ پڑا ہوتا ہے اسے لکھنؤ کی اردو میں فیرینی کہتے ہیں اور عام زبان میں کھیر کہتے ہیں اور دیسی زبان میں پھرنی، تین زبانوں میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں، پھر نہ کہنا کہ صاحب، نزول نہیں کرتے، میں ف کو پھ میں لے آیا ہوں، اب اس سے زیادہ کیا نزول کروں؟ پھ کے بعد تو اور کوئی حرف نہیں لاسکتا۔

تو برنج فروشوں کی منڈی میں ایک چبوترا تھا جہاں شہر کے معزز اور تاجر لوگ بیٹھتے تھے، وہاں شیخ شمس الدین تبریزی بھی آکر بیٹھ گئے اور اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا، پتا نہیں چلتا تھا کہ بہت بڑے بزرگ اور شیخ ہیں، کیونکہ عام لوگوں کا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ قلندر کی طرح سے اپنے آپ کو چھپانا ان کا حال تھا، لیکن یہ حال غلبۂ حال کی وجہ سے تھا، اس کی اتباع ضروری نہیں۔

علماء کا لباس کیسا ہونا چاہئے؟

علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ شامی جلد نمبر پانچ کِتَابُ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَةِ میں لکھتے ہیں کہ علماء کا لباس لمبا، وسیع اور باوجاہت ہونا چاہیے اور لمبا اور وسیع کیوں فرمایا؟ تاکہ امت ان سے مسئلہ پوچھ سکے، اگر وہ چھوٹا سا اونچا کرتہ یا بوشرٹ پہن کر چلیں گے تو ان سے کون مسئلہ پوچھے گا، سب یہی کہیں گے کہ یہ تو کوئی کھوسٹ بروزن بوشرٹ جا رہا ہے، بوشرٹ کا

وزن کھوسٹ پر ملتا ہے۔ لہٰذا ان کے لباس کو وسیع رکھا جائے، ان کا کرتہ لمبا چوڑا باوجاہت ہوتا کہ امت ان کو پہچان کر ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ لیکن مغلوب الحال اولیاء اللہ مستثنیٰ ہیں۔

مولانا رومیؒ کی شمس الدین تبریزیؒ سے ملاقات

اب مولانا رومی کو خبر ملی کہ چاول کی منڈی میں سوداگر کے بھیس میں کوئی آدمی آیا ہے جس کی باتوں سے اللہ کی محبت کا درد ٹپکتا ہے۔ بولیے بھئی، روح افزاء کی بوتل سے کیا نکلے گا؟ شربت۔ بس اللہ والوں کی باتوں سے اللہ کی محبت ہی نکلتی ہے، ان کی زبان سے کچھ اور نکلنا مشکل ہوتا ہے، اگر لوگ ان سے کوئی اور دنیا کی یا بزنس کی بات کریں تو ان کا دل گھبراتا ہے۔ بہرحال جب مولانا رومی کی نظر شیخ شمس الدین تبریزی سے ملی تو اللہ اکبر، کیا منظر تھا۔ نظر، نظر سے ٹکرائی تو کیا ہوا؟ بس کام بن گیا، صاحبِ نسبت لوگوں کی نظر سے بھی کبھی انسان اچانک صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے۔

فیضانِ صحبتِ صالحین

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةَ فَضْلًا عَنْ وُجُوْدِهِمْ وَحُضُوْرِهِمْ

اللہ والوں کے ذِکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو جہاں وہ اللہ والا خود موجود ہوگا وہاں کتنی رحمت نازل ہوگی، لہٰذا جب اہل اللہ کی صحبت میں جاؤ تو وہاں پر دعا کرلیا کرو، کیونکہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

يَسْتَحِبُّ الدُّعَآءُ عِنْدَ حُضُوْرِ الصَّالِحِيْنَ

وہاں دعا کرنا مستحب ہے اور دعا قبول بھی ہوجائے گی، کیونکہ وہاں رحمت کا نزول ہورہا ہے اور فرماتے ہیں کہ دل میں یہی کہہ دیا کرے کہ یا اللہ، مجھے اور

ہم سب کو اللہ والا بنا دے اور اُس مجلس میں ہر آدمی دوسروں کو صالحین سمجھے اور جو امیرِ مجلس ہو وہ یہ سمجھے کہ اللہ ان صالحین کی برکت سے میری دعا بھی قبول کرلے گا۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی بندہ اللہ والا بننے کے لئے میرے پاس آتا ہے تو میں اس کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ بعض نادان اللہ والوں کی شانِ استغناء کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو پیر صاحب اپنے آپ کو کتنا بڑا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ کبھی زبان سے کچھ ایسا کہہ بھی دیں جس سے ان کی بڑائی ظاہر ہوتی ہو مگر ان کا دل فانی ہوتا ہے۔

غلبۂ محبت میں سالکین کو مولانا رومیؒ کی دعوت الی اللہ

جب اللہ والوں پر اللہ کی محبت کا حال غالب ہوتا ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کی زبان سے ایسی بات کہلا دیتے ہیں جس سے لوگ ان کے مقام کو سمجھ جائیں اور ان کا فیض عام ہو جائے، جیسے جب مولانا رومی پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہوا تو جوش میں فرماتے ہیں ؎

ہیں، بیائید اے پلیداں، سوئے من

اے ناپاکو، اس فقیر کے پاس جلدی آؤ، میری طرف بھاگ کر آؤ، دنیا کی ناپاک خواہشوں اور گندے گندے گناہوں میں ملوث لوگو، جلدی سے جلال الدین کے پاس آ کر کے بیٹھو، وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں ؎

کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من

جلال الدین مُتَخَلِّق بِاَخْلَاقِ اللہ ہو گیا ہے، جو جلال الدین سے ملے گا وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ اور فرماتے ہیں ؎

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں سلطان کا بازِ شاہی ہوں اور اب میں مردار کھانے سے فارغ ہو گیا ہوں، اب میں ٹیڈیوں کو، لڑکوں اور لڑکیوں کو بری نظر سے نہیں دیکھتا ہوں، یہ سب مرنے والی لاشیں ہیں، یہ گلنے سڑنے والی لاشیں ہیں، میں اب کرگس یعنی گدھ نہیں ہوں جو ان مردہ لاشوں کو کھائے۔ جب کوئی بھینس مر جاتی ہے تو بہت سارے گدھ اس کی سڑی ہوئی بدبودار لاش کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں، وہ لاش ان کو قورمہ اور مرغ مسلم نظر آتی ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ شیخ شمس الدین تبریزی کی صحبت سے اب جلال الدین دنیا کی محبت سے پاک ہو گیا ہے، عورتوں، لڑکوں اور جتنے غیر اللہ ہیں سب سے میرا قلب پاک ہو چکا ہے، اب میں شاہ کے پاس یعنی اللہ کے پاس رہتا ہوں، لہٰذا اب میں مردوں سے بیزار ہو گیا ہوں، اب میں اللہ پر فدا ہو گیا ہوں، اس لئے میرے پاس آؤ۔ تو معلوم ہوا کہ جو شخص گناہوں میں مبتلا رہے وہ بازِ شاہی نہیں ہے، کرگس ہے۔

تبریزیؒ و رومیؒ کی پہلی ملاقات اور گفتگوئے عاشقانہ

جب مولانا رومی کی شیخ شمس الدین تبریزی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت، آپ بہت بڑے صاحبِ نسبت اور بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں، آپ کی آنکھوں سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اللہ والے ہیں۔ شیخ شمس الدین تبریزی نے فرمایا کہ یہ آپ کا حسنِ ظن ہے، ورنہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ مولانا رومی نے عرض کیا کہ آپ چاہے کچھ بھی کہیں مگر آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ اللہ والے ہیں۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند؟

دنیاوی شراب پی کر اگرچہ کوئی الائچی یا پان کھا کر اس کی بدبو چھپالے لیکن اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا؟ تو اے شیخ، آپ جو اللہ کی محبت کی پاک شراب پیتے ہیں وہ آپ کی آنکھوں سے ٹپک رہی ہے، جیسے کوئی دنیوی شراب کی بدبو کو الائچی یا پان وغیرہ کھا کر چھپالے تو اس کی آنکھوں سے پتا چل جائے گا کہ یہ پئے ہوئے ہے۔ اسی طرح آپ کی مست آنکھیں بتا رہی ہیں کہ آپ اللہ کی محبت کی شراب پئے ہوئے ہیں، آپ اللہ کی محبت کی شراب تہجد میں پیتے ہیں، یہ مے خانہ کھلتا ہی رات کو بارہ بجے کے بعد ہے، جب آپ شرابِ محبتِ الٰہیہ کے خم کے خم پیتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ؎

جرعۂ بر ریز بر ما زیں سبو

اے مٹکے کے مٹکے پینے والے، اپنے مٹکے سے ایک گھونٹ مجھ کو بھی تو پلا دے ؎

شمّۂ از گلستاں با ما بگو

اے شمس الدین تبریزی، اللہ کے قرب کا جو گلستان آپ کے دل میں ہے اس کے بارے میں شمّہ یعنی تھوڑا سا ہمارے کان میں بھی کچھ بیان کردیں ؎

خو نداریم، اے جمالِ مہتری
کہ لب ما خشک و تو تنہا خوری

اے سراپا جمال، میں اس کا عادی نہیں ہوں کہ آپ خود تو اکیلے اکیلے اللہ کی محبت کی شراب پئے جائیں اور میرے ہونٹ خشک رہیں، سبحان اللہ، یہ ہیں جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا رومی کی اپنی زبان فارسی ہے مگر عربی میں بھی بڑے ماہر تھے، منقولات و معقولات کے جامع، فلسفہ و منطق کے امام تھے لیکن فرماتے ہیں کہ

محض عربی میں مہارت ہونا کوئی کمال نہیں، کمال یہ ہے کہ علم سے اللہ کی محبت کی چوٹ دل پر لگ جائے، علم پر عمل کی توفیق ہوجائے۔ لہٰذا بڑے درد سے اہلِ علم کو نصیحت فرماتے ہیں ؎

اَیُّھَا الْقَوْمُ الَّذِیْ فِی الْمَدْرَسَۃ
کُلُّمَا حَصَّلْتُمُوْہُ وَسْوَسَۃ

اے مدرسہ میں درسی کتابیں پڑھنے والو، جو کچھ تم نے حاصل کیا یہ صرف وسوسہ ہے، یہ علمِ نافع اس وقت ہوگا جب اللہ کی محبت کی چوٹ دل پر کھاؤ گے، جو صحبتِ اہل اللہ کے بغیر نہیں ملتی ؎

علم نبود اِلّا علمِ عاشقی
مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی

علم اس وقت علم کہلائے گا جب اس سے اللہ کی محبت پیدا ہوجائے اور جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کی توفیق ہوجائے، ورنہ یہ علم نہیں محض ابلیس کا دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں چاہتے ہیں ہم ہی ان کو تلاش نہیں کرتے اور فرمایا کہ ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اس دنیا میں اگر پیاسے لوگ پانی تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ کیا سمجھے، جو اللہ کو تلاش کرتا ہے، اللہ بھی اس کو تلاش کرتے ہیں، یعنی اس کے لئے اسبابِ قرب پیدا کردیتے ہیں، اللہ کی طرف سے اسبابِ وصول الی اللہ کے انتظامات ہوتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ مولانا رومی کو پیاس تھی تو بادل کو یعنی شیخ شمس الدین کو وہاں بھیج دیا۔

حضرت شمس الدین تبریزیؒ کی صحبت کا فیض

مولانا رومی اور شیخ شمس الدین کئی کئی روز تک ایک حجرہ میں مراقبے

میں رہتے تھے، صرف جماعت سے نماز ادا کرنے کے لئے نکلتے تھے، باقی کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے، کیا انداز تھا ان حضرات کا، کیسے عاشق تھے۔ جب اللہ کی محبت کی آگ شیخ شمس الدین کے سینہ سے جلال الدین رومی کے سینہ میں داخل ہوگئی تو اسی آگ سے جلال الدین رومی کی زبان سے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار نکلے، جن میں اللہ کی محبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ والے کان تلاش کرتے ہیں اور اللہ والوں سے مل کر ان کو خوشی ہوتی ہے، جیسے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

ترا آنا میرے احساس میں جانِ مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

جب کوئی ان سے ملنے آتا ہے تو حضرت اس سے بہت محبت فرماتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں اور جب کوئی کہتا ہے کہ اب میں جا رہا ہوں تو فرماتے ہیں ؎

ظالم یہ آج منہ سے ترے کیا نکل گیا
جانے کا نام سن کے مرا دل دہل گیا

حضرت کے اوپر اللہ کی طرف سے شانِ محبت کا غلبہ ہے، جس پر جو رنگ غالب ہو جائے اس کی وہی شان ہوتی ہے۔ مولانا رومی کی شان بھی یہی تھی۔

اولیاء اللہ عاشقوں کے کان تلاش کرتے ہیں کہ میں زبانِ محبت کے راز کس سے کہوں؟ کیونکہ دیکھتا ہوں کہ سب ہی اللہ کی محبت سے نا آشنا ہیں۔ بس ان کے دل میں یہی دنیا بسی ہے، دن بھر کھانا، پینا، یعنی درآمد، برآمد، امپورٹ، ایکسپورٹ میں لگے ہوئے ہیں، رات کو امپورٹ، صبح ایکسپورٹ، پہلے استیراد، پھر تصدیر لیکن جو اللہ اپنے عاشقوں کو اپنی محبت کا درد دیتا ہے وہی اس درد کو نشر کرنے کے لیے اللہ والوں کو کان بھی دیتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ سارے عالم میں میرا ذکر ہو، لہٰذا اللہ کے

عاشقوں کی تعداد قیامت تک رہے گی، کچھ کان ایسے ہوں گے کہ اللہ کی محبت کی بات سننے کے لئے بے چین ہوں گے اور کچھ زبانیں ایسی ہوں گی جو دلوں کو بے چین کرنے والی ہوں گی۔

مولانا رومی کی صلاح الدین زرکوب سے ملاقات اور رفاقت

اس لئے شمس الدین تبریزی کی وفات کے بعد جب مولانا رومی اکیلے ہو گئے اور ان کو سخت بے چینی ہوئی تو اللہ کی محبت کے راز کہنے کے لئے کسی رفیق کو تلاش کرنے لگے، لہٰذا مولانا جلال الدین کو پہلے حضرت صلاح الدین زرکوب کے کان ملے۔ان کی سونے کی دکان تھی جہاں وہ سونے کا ورق کوٹتے تھے جہاں سونے کا ورق بنتا ہے تو جب ہتھوڑے سے سونے کو کُوٹا جاتا ہے اس کی آواز بڑی مزیدار ہوتی ہے، یہ ایسی آواز ہوتی ہے کہ جب مولانا رومی صلاح الدین زرکوب کی دکان کے پاس سے گذرے تو اس آواز کو سن کر اللہ کی محبت میں مست ہو گئے اور وہیں دکان کے پاس بے ہوش ہو گئے۔بس! جب صلاح الدین زرکوب نے مولانا رومی کا یہ حال دیکھا تو دونوں میں دوستی ہو گئی، پھر مولانا رومی نے ان کے کان میں ایسی بات کہی کہ انہوں نے سونے کی دکان خیرات کر دی اور مولانا روم کے ساتھ رہنے لگے، جب اللہ کی محبت کا مزہ آیا، جو سونے چاندی کا پیدا کرنے والا ہے جب اس کا مزہ پا گئے تو سونے کو لُٹا دیا اور سونے سے جاگ گئے، مولانا رومی نے ان کی آنکھیں کھول دیں کہ کب تک سونے کی دکان میں سوتے رہو گے۔ایک زرکوب کو جب زر کا خالق نظر آیا تو مولانا رومی کے ساتھ رہنے لگے، نو سال مولانا رومی کی صحبت میں گذارے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو مولانا رومی پھر بے چین ہو گئے۔ جب تک شیخ شمس

الدین تبریزی زندہ رہے تو مولانا رومی ان کے ساتھ رہے، ان کے بعد حضرت صلاح الدین کے ساتھ رہے، جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تب اللہ سے دعا کی کہ اب جلال الدین کو کوئی ایسا کان دیں جس کے ساتھ ہم دن گذاریں اور اس سے آپ کی محبت کی باتیں کریں۔

ایک مزہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرنے کا ہوتا ہے، ایک مزہ اللہ کے عاشقوں میں اللہ کا ذکر کرنے کا ہوتا ہے۔ ان دونوں مزوں کا ذکر حدیث میں ہے کہ:

((اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ))

(صحیح البخاری، باب ما یذکر فی الذات والنعوت الخ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں اکیلے یاد کرو گے تو ہم بھی تمہیں اکیلے یاد کریں گے اور جب اجتماعی طور پر ہمیں یاد کرو گے تو ہم بھی تمہارا ذِکر اجتماعی طور پر فرشتوں میں کریں گے جو تم سے بہتر ہیں۔

مولانا رومیؒ کی حسام الدین چلپیؒ سے ملاقات

لہٰذا مولانا رومی نے دعا مانگی تو حضرت حسام الدین مل گئے، پھر آخر تک ان کے ساتھ رہے، مولانا رومی کو حضرت حسام الدین سے بہت محبت تھی۔ مثنوی مولانا روم کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار جو مولانا روم کی زبان سے جاری ہوئے اس کو حضرت حسام الدین ہی لکھتے تھے۔ ان کی درخواست پر ہی مثنوی شروع ہوئی جس کے چھ دفتر اور ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہیں ورنہ حضرت رومی کا کوئی ارادہ نہیں تھا، انہی نے مولانا رومی سے درخواست کی تھی کہ حضرت آپ نثر میں جو آگ برساتے ہیں ان انگاروں کو ترتیب دے کر اشعار

میں پیش کردیجئے پھر جب مولانا رومی نے اشعار کہنا شروع کئے تو حسام الدین ہی نوٹ کرتے تھے، اور جب لکھتے لکھتے پانچ دفتر ہو گئے تو حضرت رومی نے فرمایا۔

سخت خاک آلود می آید سخن
آب تیرہ شد، سرِ چہ بند کن

اے حسام الدین، اب کنویں کا دروازہ بند کردے، کیونکہ اب پانی میں مٹی آرہی ہے، اگر کنویں سے مسلسل پانی نکالو گے تو مٹی آنے لگے گی، لہٰذا اسے تھوڑا سا وقت دو تا کہ اس میں نیچے سے پھر صاف پانی جمع ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ ماں کو بھی مہلت چاہیئے، ماں اگر مسلسل دودھ پلائے گی تو دودھ کے بجائے خون آنے لگے گا۔

مدتے در مثنوی تاخیر شد
مہلتے بائیست تا خوں شیر شد

فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے لئے میں نے مثنوی بند کردی ہے، کیونکہ کچھ مہلت ملنی چاہیے، تا کہ خون دودھ بن جائے۔ پھر چند دنوں کے بعد جب سوتے سے پانی دوبارہ ابلنے لگا، خوب انوار جمع ہو گئے اور دل سے چھلکنے لگے تو پھر حسام الدین کو بلایا۔

اے حسام الدیں، ضیاء الدیں، بسے
میل می جوشد بقسمِ سادِسے

حسام الدین، ضیاء الدین، دونوں نام مولانا رومی لیتے تھے، کبھی حسام الدین کہتے تھے، کبھی ضیاء الدین کہتے تھے، اے حسام الدین، دیکھو، اب چھٹے دفتر کی طرف میلان ہو رہا ہے اور دوبارہ لکھنے کا جوش پیدا ہو رہا ہے، اب مضامین دوبارہ سے چھلک رہے ہیں، لہٰذا جلدی سے نوٹ کرنا شروع کردو، اب مثنوی کا

چھٹادفتر شروع ہورہا ہے۔

مولانا رومی کا اپنے مرید حسام الدین سے والہانہ تعلق

شیخ اپنے مرید کو کہہ رہا ہے کہ۔

اے حسام الدیں، ضیائے ذوالجلال
میل می جوشد مرا سوئے مقال

اے حسام الدین، تم اللہ کی روشنی ہو، پیر مرید کو کہہ رہا۔ اللہ نے ان کو مرید بھی کیسے دیئے، کبھی شاگرد ایسا مل جاتا ہے جس پر استاد ناز کرتا ہے۔ سبحان اللہ، اے جلال الدین تم اللہ کی روشنی ہو، اب مجھے دوبارہ بولنے کا میلان ہورہا ہے، اب میں دوبارہ گفتگو کررہا ہوں، مثنوی کو لکھوانے والا ہوں، اب کاغذ قلم لے کر ہوشیار ہوجاؤ، دفترِ ششم، چھٹا دفتر شروع ہونے والا ہے۔

مولانا رومی کو حضرت حسام الدین سے بہت عشق ہوگیا تھا۔ اصل میں جب روح طالب ہوتی ہے، کوئی کسی پر اللہ کے لئے فدا ہوتا ہے تو محبت دونوں طرف سے ہوجاتی ہے، محبت یک طرفہ نہیں ہوتی، دیکھئے محبت کا مادہ حُبّ ہے، حُبّ ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ ملتے ہیں یا نہیں؟ اگر ایک ہونٹ ملنا چاہے اور ایک ہونٹ اوپر چلا جائے تو حُبّ کا لفظ بھی ادا نہیں ہوسکتا، محبت کے مادہ ہی میں وصل ہے، بس، جب دونوں ہونٹ ملیں گے تو محبت کا لفظ ادا ہوگا، لہٰذا جب کوئی شیخ سے محبت کرتا ہے تو شیخ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

مولانا رومی کو حضرت حسام الدین سے اتنا عشق ہوا اور اللہ پاک نے انہیں اتنے مقام سے نوازا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اب ہم عام لوگوں کے مجمع میں تمہاری تعریف نہیں کیا کریں گے، کیونکہ ہماری محبت سے تمہارے حاسدین پیدا ہوگئے ہیں۔ جب شیخ کسی کو زیادہ چاہتا ہے تو بعض نادان مٹی کے ڈھیلے حسد

شروع کردیتے ہیں، تو مولانا رومی حضرت حسام الدین فرماتے ہیں ؎

مدحِ تو حیف است با زندانیاں
گویم اندر مجمعِ روحانیاں

میں جو تم سے محبت کر رہا ہوں یہ دیکھ کر کچھ لوگ تم سے حسد کر رہے ہیں، یہ زندانی ہیں، نفس کے قیدی ہیں، دنیاوی مریض ہیں، تم سے جل رہے ہیں، اے حسام الدین تمہاری تعریف سے حاسدین لوگوں کو غم ہو رہا ہے کہ مولانا رومی ان کو کیوں چاہتے ہیں تو پھر اب میں تمہاری تعریف کہاں کروں گا؟ نااہلوں میں نہیں، اب میں کچھ اللہ والوں کو تلاش کروں گا، جو حسد سے پاک ہیں، جو روحانی غلاظتوں اور گندگیوں سے پاک ہو چکے ہیں ان روحانی لوگوں میں تیری تعریف کروں گا، جو اللہ کے عاشق ہوں گے، جو رقابت اور جلن سے نکل چکے ہیں، ان کے مجمع میں تیری تعریف کروں گا، میں باز نہیں آؤں گا، شیخ مرید سے کہہ رہا ہے، دیکھو، یہ مرید کیسا مبارک اور خوش قسمت ہے، اسی لیے مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشقِ مولیٰ ہے مگر اس تہمتِ بد سے بَری

کسی عورت کے دو عاشق ہوں تو دونوں میں چھری چل جاتی ہے، جیسے شاعر کہتا ہے ؎

نہ ملا غیر ہوگئی خیر
ورنہ تلوار چل گئی ہوتی

چاہتے وہ اگر تو میری دال
ان کی محفل میں گل گئی ہوتی

لیکن اللہ کی محبت اس تہمت سے پاک ہے، اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی، تمام عاشق ایک دوسرے پر فدا ہوتے ہیں، اللہ کی پاک محبت کے عاشق

بھی پاک ہوتے ہیں، جلن، حسد، لڑائی، بغض، کینہ، ایک دوسرے کا برا چاہنا، ان جھگڑوں سے وہ پاک ہوتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہی ہیں کہ اللہ والوں میں کیسی محبت ہوتی ہے۔ اس کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

قصد کردستند ایں گِل پارہا

کہ بپوشانند خورشیدِ ترا

اے حسام الدین، یہ حاسدین مٹی کے ڈھیلے ہیں، ان کے ارادے برے ہیں، تجھے جو اللہ تعالیٰ نے تعلق مع اللہ کا سورج اور آفتاب بنایا ہے تو یہ چاہتے ہیں کہ اس پر مٹی ڈال دیں، یہ تیرا آفتابِ نسبت چھپانا چاہتے ہیں مگر یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ اسی طرح عشرت میاں یعنی میر صاحب کے لئے بھی میری مثنوی ''مثنویِ اختؔر'' میں میرا ایک شعر ہے، آپ دیکھئے گا ؎

جانِ عشرت عشرتِ جانِ من است

جانِ او ہر لحظہ مستانِ من است

بہرحال مولانا حسام الدین مولانا رومی کے ساتھ اخیر عمر تک رہے۔

جب ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار مکمل ہوگئے، سینکڑوں قصے بیان ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس مثنوی کے الہامی ہونے کے ثبوت کے لئے اپنے وارداتِ غیبیہ کو مولانا کے قلب سے ہٹالیا تو مولانا رومی سمجھ گئے کہ اب مثنوی کا اختتام ہورہا ہے اور اللہ تعالیٰ آخری قصے کو ادھورا رکھنا چاہتے ہیں، لہٰذا فرمایا کہ ؎

چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب

ختم شد وَاللّٰہُ اَعۡلَمۡ بِالصَّوَاب

میرے قلب کے سامنے اللہ کے علم کا جو آفتاب مضامین القا کررہا تھا وہ ڈوب گیا، لہٰذا اب مثنوی ختم ہوگئی، پھر اس کے بعد مولانا رومی کا آفتاب بھی غروب ہوگیا اور ان کا انتقال ہوگیا، جنازہ میں اتنا مجمع تھا کہ صبح انتقال ہوا تھا لیکن

قبرستان پہنچتے پہنچتے شام ہوگئی اور شام کے وقت وہ دفن ہوئے۔

مدارس کے مہتمم حضرات کو اہم ہدایات

اب اس کے بعد مدارسِ عربیہ سے متعلق نہایت اہم مضمون عرض کرتا ہوں۔ سب سے پہلے مدارس کے مہتمم حضرات سے عرض کرنا ہے کہ وہ اپنے مدرسہ کے تمام طلبہ کی نگرانی کریں، چاہے وہ دار الاقامہ میں رہتے ہوں یا باہر سے آتے ہوں کہ کون کس کے پاس زیادہ اٹھتا بیٹھتا ہے، کون چائے کی دکان پر یا کہیں مٹھائی وغیرہ کی دکان پر جاتا ہے، اس کی اخلاقی طور پر نگرانی رکھی جائے۔

امارد سے جسمانی خدمت لینا فتنہ کا سبب ہے

مہتمم اور اساتذہ کسی نوجوان طالبِ علم سے جو امرد ہو یعنی جس کی ڈاڑھی نہ آئی ہو جسمانی خدمت نہ لیں یا اگر ڈاڑھی آ بھی گئی ہو لیکن اس کی طرف دیکھنے سے نفس کا میلان ہوتا ہو تو وہ بھی امرد کے حکم میں داخل ہے، اس سے بھی ہاتھ پیر نہ دبوائیں۔ لہٰذا جس نوجوان کی طرف ذرہ برابر بھی، ایک نکتہ بھی کشش ہو اس سے ہرگز جسمانی خدمت نہ لیں، ورنہ شیطان مسمریزم کرتا ہے اور ایک نکتہ حسن کو سو بنا دیتا ہے، جیسے خوردبین سے چھوٹی چیز بڑی دکھائی دیتی ہے، اسی طرح شیطان بھی ایک نکتہ حسن کو سو بنا دینا خوب جانتا ہے، شیطان کے پاس گمراہی کے یہ سب آلات ہیں، گمراہی کے جتنے آلات ہیں سب اس کو دیئے گئے ہیں اور یہ بڑے زبردست آلات ہیں، بھلا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسم مضل کی تجلی ہو رہی ہو تو اس کے پاس گمراہی کے کسی آلے کی کمی ہو گی، لہٰذا اس مردود سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

ہلکی ہلکی ڈاڑھی والوں سے بھی احتیاط کرنا چاہئے

لہٰذا جب تک ایک مٹھی ڈاڑھی نہ آجائے سخت احتیاط کی ضرورت ہے، بے ڈاڑھی والوں سے بھی اور ہلکی ہلکی ڈاڑھی مونچھوں والوں سے بھی، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

بَعْضُ الْفُسَقَةِ یُفَضِّلُ مَنْ نَبَتَ عِذَارُہٗ عَلَی الْأَمْرَدِ خَالِی الْعِذَارِ

(ردالمحتار، مطلب فی ستر العورۃ)

یعنی بعض فساق ایسے لڑکوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جن کی تھوڑی تھوڑی ڈاڑھی آگئی ہو اور اس کی وجہ کیا ہے؟ شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا کہ کالے بادلوں سے جب چاند نکلتا ہے تو زیادہ روشن معلوم ہوتا ہے تو نوجوان بچوں کی کالی کالی داڑھی سے ان کے چہرہ پر حسن کی لائٹ بڑھ جاتی ہے، لہٰذا ان سے سخت احتیاط رکھو۔

امردوں سے جسمانی خدمت لینا سیئہ جاریہ بن جاتا ہے

ایسے نوجوان طالبِ علموں سے پیر دبوانا سیئہ جارہ بن جاتا ہے، یعنی وہ استاد خود بھی فتنہ کا شکار ہوتا ہے اور بعد میں اس کا شاگرد بھی کہتا ہے کہ میرے استاد جی تو دبواتے تھے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، میں بھی دبواؤں گا اور اس طرح اس برائی کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ بعض وقت میں بعض نفوسِ مقدسہ جن کو ایسے لڑکوں سے کوئی فتنہ اور ضرر نہیں ہوتا تھا ان حضرات نے اپنے نفس کی پاکی کی وجہ سے ان سے ہاتھ پاؤں دبوالیے لیکن اگر دوسرے اس کی نقل کریں گے کہ ہمارے شیخ نے بھی امردوں سے اپنے پاؤں دبوائے ہیں لہٰذا ہم بھی دبوائیں گے، تو شیخ کی یہ نقل فتنہ کا سبب بن جائے گی، کیونکہ شیخ کا سا پاکیزہ نفس ہر ایک کے پاس نہیں ہوتا۔ شیخ نے جن شرائط پر عمل کیا، عام لوگوں سے ان شرائط کی پابندی نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا جن کاموں میں شرائط کی پابندی نہ رہے یا

شرائط کی پابندی نہ ہو سکنے کا شدید خطرہ ہو اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسا کام نہ کرو، سخت احتیاط کرو۔

جیسے علامہ شامی نے فتاوی شامی کتابُ الْحَظْرِ وِالْاِبَاحۃ میں سماع کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے کے بعض لوگوں نے چند شرائط کے ساتھ قوالی کی مجلسیں منعقد کرنا شروع کی تھیں لیکن تمام علماء نے اس کو ناجائز اور حرام قرار دیا تھا، کیونکہ ان کی شرائط پر عادتاً عمل ناممکن تھا، لہٰذا قوالی تو حرام ہے ہاں، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ چار شرائط کے ساتھ اشعار سن سکتے ہیں، وہ قوالی نہیں ہیں۔

سماع کی چار شرائط از حضرت نظام الدین اولیاءؒ

پہلی شرط: مسمع کودک وزن نباشد، شعر سنانے والا امرد یعنی بے ڈاڑھی مونچھ کا لڑکا نہ ہو اور نہ عورت ہو۔ عورتوں اور بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں سے نعت شریف سننا بھی صحیح نہیں ہے۔

دوسری شرط: سامع اہلِ ہوا نباشد، شعر سننے والا آدمی اہلِ نفس، اہلِ ہوا نہ ہو جس کو عشقیہ شعر سن کر کوئی دنیاوی معشوق یاد آجائے بلکہ اشعار سننے والے سب اللہ کے عاشق ہوں اور نفسانی محبت سے پاک ہو چکے ہوں، ان پر روحانیت کا غلبہ ہو، ان کے قلوب مزکّٰی، پاکیزہ، مصفّٰی اور مجلّٰی ہوں۔

تیسری شرط: مضمون خلافِ شرع نباشد، اشعار کے مضامین شریعت کے خلاف نہ ہوں، جیسے آج کل کے قوال خلافِ شرع مضامین بیان کرتے ہیں، زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں، نبی کو خدا سے بڑھا دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کو نعوذ باللہ خدا کی حکومت میں شریک قرار دے کر امت کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی ہمسر کوئی شریک نہیں ہے، سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔

چوتھی شرط: آلۂ لہو ولعب نہ باشد، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ آلاتِ مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات، سارنگی، طبلہ وساز نہ ہوں کہ یہ سب حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔

اشعار کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اشعار کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اشعار کا کیا حکم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ

(السنن الکبریٰ، باب شهادة الشعراء)

شعر ایک کلام ہے، پس اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا ہے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اشعار کی مثال حوض کی سی ہے، اگر حوض میں ناپاک پانی ہے تو اگر کوئی اس میں غوطہ مارے گا تو ناپاک ہوجائے گا لیکن اگر حوض میں عرقِ گلاب ہے تو اس میں غوطہ مارنے سے سارا جسم مہک اٹھے گا۔ پس اگر دل میں اللہ پاک کی محبت ہے تو اچھے اشعار سن کر دل میں اللہ کی محبت کا جوش اُٹھے گا اور اگر حسینوں کا عشق ہے، اَمردوں کا عشق ہے تو اس کا خیال اسی طرف جائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے اور میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ اساتذہ کو اور مہتمم حضرات کو بھی نوجوان بچوں سے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہیں دبوانے چاہئیں جب تک ان کے پوری ایک مشت ڈاڑھی نہ آجائے یعنی اتنی زیادہ عمر ہوجائے کہ جس کی وجہ سے پوری ایک مشت ڈاڑھی نکل آئے۔ یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں، اس کا جگہ جگہ اعلان کر رہا ہوں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر ہم نے ایسے لڑکوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا شروع کر دئے تو

جتنے ہمارے مرید ہیں وہ اس کو حجت بنالیں گے کہ شیخ نے دبوایا ہے، لہٰذا شاید یہ کوئی اچھا کام ہے۔ پھر جب وہ استاد بنیں گے تو امردوں سے ٹانگیں دبوائیں گے اور یہ اتنا بڑا فتنہ ہوگا جو دائرۂ تحریر میں نہیں آسکتا۔

اب رہ گیا ان بے ریش اور ہلکی ہلکی ڈاڑھی والے طلبہ و مریدین کا یہ سوال کہ اگر ہم اپنے بزرگوں کی خدمت نہیں کریں گے تو ہمیں فیض کیسے ملے گا؟ تو فیض حاصل کرنے کا نسخہ سن لو کہ ان سے کوئی بھی جسمانی خدمت نہ لی جائے، ہاں کپڑے دھلوالیں، چائے بنوالیں، جھاڑو لگوالیں لیکن جسم کو نہ چھونے دیں۔ جب تک کہ پوری ایک مٹھی ڈاڑھی نہ ہوجائے اور ان میں ذرہ بھر بھی کشش نہ رہے اس وقت تک جسمانی خدمت نہ لیں۔ یہ فیصلہ ڈاڑھی پر بھی موقوف نہیں ہے بلکہ اپنے قلب سے فیصلہ کرو کہ کسی لڑکے کی طرف ایک اعشاریہ بھی میلان تو نہیں ہے؟ اور اگر ذرہ برابر بھی میلان ہو تو پوری ڈاڑھی والے سے بھی سخت احتیاط رکھو۔ اس سے ان شاء اللہ سلوک آسان ہوجائے گا۔

حیض الرجال

اور وہ فیض جو خطرۂ حیض رکھتا ہو اس فیض سے توبہ کرلیجئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فَاتَّقُوْا اِنَّ الْهَوٰی حَیْضُ الرِّجَال

اے دنیا والو، ڈرو، مردوں کو بھی حیض آتا ہے، اور ان کا حیض وہ خواہشاتِ نفسانیہ ہیں جن میں وہ مبتلا ہوگئے۔ جیسے حیض والی عورت نماز نہیں پڑھ سکتی، اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کے قابل نہیں رہتی، ایسے ہی جو نفس کے غلام خواہشاتِ نفسانیہ کی اتباع میں لگ جاتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم کردیئے جاتے ہیں، اور وہ بھی اللہ کی عبادت کے قابل نہیں رہتے۔

سالکین کا راستہ مارنے والی دو چیزیں

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالکوں کو دو ہی چیزیں مارتی ہیں، ان کا نفس بھی مٹ جاتا ہے، کبر بھی نکل جاتا ہے مگر شیطان سالک کو امرد کے عشق میں اور عورت کے عشق میں مبتلا کرا کے سارا سلوک ختم کرا دیتا ہے، کیونکہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے کہ عورت کے آگے بھی شیطان ہے، پیچھے بھی شیطان ہے، لہٰذا سالکوں کو ان چیزوں میں پھنسا دیتا ہے، پھر سالک کی روح اُڑ نہیں سکتی۔ جیسے کوئی چڑیا اڑنا چاہے اور کوئی اس کے پروں میں گوند لگا دے تو کیا وہ اڑ سکے گی؟ پس شیطان جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ اللہ والا بننا چاہتا ہے، ذکر کر رہا ہے، اللہ سے رو رہا ہے تو اسے عورتوں اور لڑکوں کے عشق کا گوند لگا دیتا ہے، پھر اس کی روحانیت کے پر مفلوج ہو جاتے ہیں، اب روح کیسے اڑے گی؟ اللہ تک کیسے پہنچے گی؟ اسی لئے یہ سب چیزیں شریعت میں حرام ہیں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے، دنیا میں بھی عاشقِ مجاز کو چین نہیں ملتا اور فرمایا کہ جو جہنم کا مزاج ہے وہی عشقِ مجازی کا مزاج ہے، یعنی جہنم میں نہ موت آئے گی، نہ زندگی ملے گی، یہ ہی دنیا کے عاشقوں کا حال ہے۔ بتوں کے عشق والوں، لڑکوں کے عشق والوں، عورتوں کے عشق والوں کا یہی حال ہوتا ہے:

﴿لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾

(سورۃ الاعلیٰ، اٰیۃ:۱۳)

نہ موت ملتی ہے نہ زندگی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بدنگاہی کر کے آتا ہے، کسی نامحرم عورت کو دیکھ کر آتا ہے پھر تلاوت کرتا ہے تو اس کو تلاوت

میں مزہ نہیں آتا، وہ اللہ اللہ کرے گا لیکن مزہ نہیں آئے گا جب تک کہ وہ خوب توبہ نہ کرلے۔ اس قسم کی حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کی مٹھاس چھین لیتے ہیں۔

اور بندہ جب دوسرے گناہ کرتا ہے، جیسے غیبت کرلی، جھوٹ بول دیا، نماز قضا کردی تو دل کا رخ تھوڑا سا اللہ کی طرف سے پھرتا ہے۔ جیسے دل اللہ کی طرف ۹۰ ڈگری لگا ہوا ہے، پھر جھوٹ بولا، غیبت کی، نماز قضا کردی، روزہ قضا کردیا تو دل تھوڑا سا مثلاً ۴۵ ڈگری اللہ کی طرف سے پھر گیا لیکن جب ذرا سی ہمت کرلی، توبہ کرلی، قضا نماز روزہ ادا کرلیا تو پھر دل کا رخ اللہ کی طرف ۹۰ ڈگری ہوگیا لیکن اگر کسی حسین سے دل لگالیا، لڑکی ہو یا لڑکا تو ایک دم دل کا رخ اللہ کی طرف سے ۱۸۰ درجے پھر جاتا ہے، یعنی اللہ کی طرف دل کی پیٹھ ہوجاتی ہے اور منہ اس حسین صورت کی طرف ہوجاتا ہے اور اب وہ نماز بھی پڑھتا ہے تو دل اللہ کی طرف نہیں ہوتا، اسی حسین کا خیال دل میں رہتا ہے۔ جسم تو خدا کے سامنے کھڑا ہے مگر دل اسی حسین کی یاد میں ہے۔ اتنا نقصان پہنچتا ہے۔ دوستو، اتنا نقصان کسی گناہ سے نہیں پہنچتا جتنا بدنظری اور عشقِ مجازی سے پہنچتا ہے۔

کان پور میں ایک مولوی صاحب تھے، جو کسی بزرگ کے صحبت یافتہ، اللہ والے نہیں تھے۔ ان کو ایک لڑکے اکبر حسین سے عشق ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ میں جب اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوں تو وہی لڑکا اکبر حسین یاد آتا ہے، تو بتایئے، کتنا ضرر پہنچا کہ تکبیرات کہہ رہے ہیں کہ اَللّٰہُ اَکْبَر اللہ سب سے بڑے ہیں لیکن دل کہیں اور ہے، دل اکبر حسین کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ آہ، غیر اللہ کے عشق سے اتنا نقصان پہنچتا ہے۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ بدنظری اور عشق مجازی سے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے، اللہ پناہ میں رکھے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امارد سے احتیاط

یاد رکھو، ہمارے اسلاف نے جس طریقہ پر عمل کیا ہے اسی طریقہ پر چلو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ کس قدر متقی تھے، ان سے زیادہ کون متقی ہوگا لیکن اپنے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو جب تک ان کے ڈاڑھی نہ آگئی درس میں ہمیشہ اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَبِيْحًا وَكَانَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ يُجْلِسُهٗ فِيْ دَرْسِهٖ خَلْفَ ظَهْرِهٖ مَخَافَةَ خِيَانَةِ الْعَيْنِ مَعَ كَمَالِ تَقْوَاهُ

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ)

اتنے بڑے امام ابو حنیفہؒ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے حسن کی وجہ سے درس میں اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ آج کل لوگ پہلوان بنتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے نفس پر بھروسہ ہے اور بعض ڈرتے ہیں کہ صاحب، میں احتیاط کروں گا تو لوگ مجھے حقیر سمجھیں گے۔ ارے، اپنی آبرو کو اللہ کے نام پر قربان کردو۔ دیکھ لو، کیا آج امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ذلت سے تذکرہ کرتا ہے کہ "وہ امام محمد کو اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے عشق بازی کا مادہ تھا" یا آج لوگ اس واقعہ سے ان کی عزت کررہے ہیں۔ جو اللہ کے نام پر اپنی آبرو کو قربان کرتا ہے اور اللہ کو راضی کرنے میں مخلوق سے نہیں ڈرتا اس کی عظمت کے چراغ کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔

حکیم الامت تھانویؒ کی امردوں سے احتیاط

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کون ہے؟ مجددِ ملت اور وقت کے امام، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی اور بڑے بڑے علماء کو اللہ والا بنانے والے اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب سے فرماتے

ہیں کہ میں جس کمرے میں تفسیر بیان القرآن لکھتا ہوں وہاں تنہائی میں کسی کم عمر لڑکے کو جس کی ڈاڑھی نہ ہو نہ بھیجا کرو، ان سے احتیاط کرنی چاہیے۔

اسی طرح عرب کا ایک لڑکا میرے مدرسہ میں پڑھتا تھا، اردو نہیں جانتا تھا، اس سے ہم عربی میں بات کرتے تھے، اس کی ڈاڑھی بھی پوری تھی، ایک مرتبہ وہ میرے ساتھ ٹنڈو جام گیا۔ میں نے سوچا کہ بے چارہ پردیسی ہے عرب کا رہنے والا ہے، میں نے بعض دوستوں سے کہا کہ اس کا پیر دبا دو، یہ عرب کا ہے اور ہمارا مہمان ہے، تو جب وہ دبانے لگے تو اس نے کہا: کہربا، کہربا، مت دباؤ مجھے، میرے اندر بجلی ہے، یہ جسمانی خدمت اتنی خطرناک چیز ہے۔ تو دیکھو اس عرب نے احتیاط کی اور کہا کہ میرا پیر مت چھوؤ، حالانکہ دبانے والا بھی پوری ڈاڑھی والا تھا۔

ایک بہت بڑے محدث نے مجھ سے خود بیان کیا کہ ان کے استاد مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی جو بہت حسین تھے اور میں بھی بلا کا حسین تھا، جب وہ مجھے پڑھاتے تھے تو محبت کی آنکھ سے دیکھنا تو بڑی چیز ہے کبھی قصائی کی آنکھ سے بھی نہیں دیکھا، نیچی نظر کر کے پڑھاتے تھے۔ بتایئے آج ان محدث صاحب نے اپنے استاد مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ کو حقیر یا ذلیل سمجھا یا ان کی تعریف کی؟ وہ میرے سامنے کہتے تھے کہ میرا استاد کتنا تقویٰ والا تھا کہ جس نے مجھ پر کبھی نظر نہیں ڈالی۔ اللہ اکبر، اولیاء اللہ نے کتنی احتیاط کی ہے اور ہم لوگ کہتے ہیں کہ بھائی، لوگ کیا کہیں گے؟ انتظامیہ والے، کمیٹی والے، مسجد والے کیا کہیں گے؟ ارے، اس سے تمہاری عزت اور بڑھے گی۔

امردوں سے نظروں کی حفاظت کی تدابیر

جو خدا کے نام پر اپنی آبرو کو قربان کرتا ہے ان شاء اللہ اس کے چراغ

کوکوئی نہیں بجھا سکتا۔ آپ ان لڑکوں سے جن کی طرف ذرہ برابر بھی میلان ہوتا ہو صاف کہہ دو کہ بھائی، تم میرے سامنے نہ بیٹھا کرو، مجھے ضرر پہنچتا ہے اور میری خدمت بھی مت کیا کرو اور اگر میرے سبق یا تقریر میں بیٹھو تو دائیں بائیں بیٹھو۔ پڑھانے میں جن بچوں کی طرف میلان ہوتا ہو تو ان کو دائیں بائیں بٹھا دو، سامنے پوری ڈاڑھی والوں کو بٹھاؤ۔ تقریر میں اپنے سامنے والوں کی طرف دیکھ کر تقریر کرو۔ اب جن کی طرف کشش ہوتی ہے ان پر صاف صاف نظر نہیں پڑے گی۔ اگر کسی کی تھوڑی ڈاڑھی ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ میں خدمت کروں تو اس سے کہو کہ بیٹا وضو کر کے دو رکعات پڑھ کر میرے لئے دعا کرلیا کرو، یہ خدمت میری روح کی ہوگی اور روح کی خدمت میں کوئی ضرر نہیں ہے، اس سے وہ خوش ہو جائے گا اور دبانے والے سے زیادہ اس پر فضل ہوگا، کیونکہ اس نے اللہ کے لئے فصل یعنی جدائی اختیار کی ہے، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنا قرب نصیب فرمائیں گے جس کو دور کیا گیا ہے اور اس کو بھی جس نے دور کیا یعنی شاگرد اور استاد دونوں کو ثواب ملے گا۔

آج احتیاط کرلو، کل جب یہ بچہ بڑا ہوگا تو اپنے شاگردوں سے کہے گا کہ میرے استاد مجھ سے نظروں کی حفاظت کرتے تھے اور مجھے اپنے دائیں بائیں بٹھاتے تھے، اے شاگردو، آج میں بھی یہی عمل کروں گا۔ آپ کا یہ عمل صدقۂ جاریہ بن جائے گا۔ تو اصل بات یہی ہے کہ جسمانی خدمت کے راستہ کو ہی بند کردو۔ مہتمم سے لے کر اساتذہ تک سب اس کی سخت پابندی کریں۔

ایک شیطانی چال اور اس سے بچاؤ کی تدبیر

شیطان مومن کو بے وقوف بناتا ہے، الو بناتا ہے، ڈراتا ہے کہ زیادہ نظریں نیچی کرو گے تو یہ لڑکے آپس میں کہیں گے کہ ''دیکھو، یہ استاد تو مریضِ

محبت معلوم ہوتے ہیں، یہ تو حسینوں سے اتنا ڈرتے ہیں‘‘۔تو جب ایسا وسوسہ آئے تو شیطان سے کہہ دو کہ ’’ہاں بھئی، ہم پہلوان نہیں ہیں، اللہ نے ہمیں ضعیف پیدا کیا ہے‘‘۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾

(سورۃ النساء، اٰیۃ:۲۸)

اللہ نے انسان کو ضعیف پیدا کیا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَاتَقْرَبُوْا ان کے قریب نہ رہو ورنہ ساری پہلوانی نکل جائے گی۔ لَاتَقْرَبُوْا رہو گے تو لَاتَفْعَلُوْا رہو گے اور اگر تَقْرَبُوْا رہو گے یعنی ان کے قریب رہو گے تو تَفْعَلُوْا ہو جاؤ گے، یعنی گناہ کر بیٹھو گے۔

ارے میاں، اللہ کو راضی کرو مخلوق کچھ بھی کہے اس کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ پر اپنی آبرو کو قربان کر کے تو دیکھو، یہی بچہ زندگی بھر تمہاری تعریف کرے گا، جب بڑا ہو گا تو کہے گا کہ میرے استاد مجھ سے احتیاط کرتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی نصیحت کرے گا۔ہم نے تو مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد سے یہی سنا کہ میرے استاد بڑے متقی تھے، یہ نہیں سنا کہ وہ کمزور دل کے تھے، ہمارے حسن کی تاب نہیں لا سکتے تھے، کسی سے بھی یہ نہیں سنا۔آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سنی یا نہیں؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص فقہ کی کتاب شامی میں جہاں نظرِ حرام پر بحث کی ہے ان کی تعریف کر رہے ہیں۔

نہ لو نامِ الفت جو خودداریاں ہیں

یہ میں بڑا خاص اور انتہائی اہم مضمون بیان کر رہا ہوں اور اختر اس معاملہ میں بے خوف ہو کر تقریر کرتا ہے، اب جس کا دل چاہے میری بات کی قدر

کرلے، کیونکہ اگر اللہ کو پانا ہے تو صورت پرستی سے بچنے کا مجاہدہ تو ضرور اختیار کرنا پڑے گا اور اگر نہیں کرنا چاہتے تو دیکھو بھائی سن لو؎

نہ لو نامِ الفت جو خودداریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں، بڑی خواریاں ہیں

لیکن اس کے بعد کیا انعام ملتا ہے؎

لی فقیری بادشاہت ہوگئی
عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی

ہم جنس پرستی سے بچاؤ کے مضمون کی مخالفت قومِ لوط کا عمل ہے

میں اللہ کے راستہ کی بات کررہا ہوں، جو لوگ کچھ بھی فہمِ سلیم رکھتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، اگر ان کے دل میں ذرا بھی اللہ کا نور ہے تو وہ لوگ میری ان باتوں کی قدر کرلیں اور جو لوگ فسق و فجور میں اور ضد و عناد میں مبتلا ہیں ان سے یہ امرد پرستی اور بدفعلی سے بچاؤ کا مضمون ہضم ہی نہیں ہوتا اور وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جیسی قومِ لوط نے حضرت لوط علیہ السلام سے کیں۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ:

﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝۵۴ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝۵۵ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ۝۵۶﴾

(سورۃ النمل)

کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھ دار ہو، کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم جہالت کررہے ہو۔ سو ان کی قوم

سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ (بیان القرآن)

یعنی لوط علیہ السلام کی مخالفت کی اور انہیں حقیر سمجھا۔ تو جو دین کی طرف بلانے والے ہیں اگر وہ امرد پرستی پر تقریر کریں اور لوگوں کو اس گندے کام سے منع کریں تو اگر کوئی ان کو حقیر سمجھتا ہے یا مخالفت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ قومِ لوط کا فعل ہے جو یہ کر رہا ہے۔ جیسے انہوں نے لوط علیہ السلام کو حقیر سمجھتے ہوئے باتیں بنائیں اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۵۶ کہ یہ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ اس لئے دوستو، احتیاط کرو، اور اس مضمون کی قدر کرلو۔ دیکھو ہمارے حکیم الامت نے اپنے وعظوں اور ملفوظات میں کیا کچھ اس بارے میں بیان کیا ہے، اسے پڑھو۔

امارد سے بد احتیاطی سالک کی بربادی ہے

آج مدارس میں کیا ہو رہا ہے، کتنوں کا سلوک برباد ہو رہا ہے، ان کی روح چاہتی ہے کہ میں اللہ والا بن جاؤں مگر ان سے حسن پرستی کی عادت نہیں چھوٹ رہی ہے۔ واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں اگر چہ اختر کی قسم کوئی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے کیونکہ قسم کھانے والا زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے لیکن چونکہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ میرے احباب میں، میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ والے بننا چاہتے ہیں اور اللہ کے عشق کے زبردست پیاسے ہیں مگر حسن پرستی، صورت پرستی، امرد پرستی کے عذاب میں مبتلا ہیں، وہ اس عادت کو چھوڑنا چاہتے ہیں لیکن ان سے حسن پرستی نہیں چھوٹتی۔ کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب چھوٹتی نہیں ہے۔ جب یہ عادت بچپن سے پڑ جاتی ہے تو جب تک جان لڑا کر اسے

چھوڑنے کی کوشش نہ کرے آخری سانس تک نہیں چھوٹتی ، اس لئے ہمت کر کے اس کو ابھی چھوڑ دو۔

بدنظری وعشقِ مجازی سے اجتناب کا انعام

دیکھو جھوٹ چھوڑ دینا آسان، چوری چھوڑ دینا آسان لیکن حسینوں کو چھوڑنا، ان کو نہ دیکھنا، یہ بڑا مشکل مضمون ہے۔ لہٰذا جو بڑی ہمت سے کام لے گا اور ان سے بچ جائے گا تو ان شاء اللہ اس کا انعام بھی بہت بڑا ہے۔ اچھا یہ بتائیے کہ ایک مزدور نے ایک گھنٹہ کام کیا آپ نے اس کو مزدوری دے دی لیکن ایک بادشاہ نے بھی آ کر ایک گھنٹہ کام کیا تو بادشاہ کی مزدوری اُس مزدور سے زیادہ ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر آپ نے نفلی عبادت، مثلاً تلاوت وغیرہ کر لی، تو یہ آپ کے جسم نے مزدوری کی اور اگر آپ نے نظر بچالی تو دل نے مزدوری کی اور دل چونکہ سارے جسم کا بادشاہ ہے تو بتاؤ دل کی مزدوری زیادہ ہوگی یا نہیں؟

تو نگاہ کی حفاظت کرنے اور حسینوں سے دور رہنے میں جو غم ہوتا ہے وہ دل کو ہوتا ہے اور دل بادشاہ ہے اور بادشاہ جو مزدوری کر رہا ہے اور اللہ کے راستہ میں غم اٹھا رہا ہے تو یہ غم دنیا نہیں دیکھتی، وہ نفلیں تو دیکھ لیتی ہے لیکن جو لوگ دل پر غم اٹھاتے ہیں دل کی بری بری خواہشات کو توڑتے ہیں ان کے دل کی باتوں کو دنیا نہیں جانتی، صرف اللہ پاک جانتے ہیں، اس لئے بادشاہ کے عمل پر اللہ اس کو بہت بڑی مزدوری عطا فرماتے ہیں اور اس کو حلاوتِ ایمان عطا فرماتے ہیں اور اپنا دردِ دل عطا کرتے ہیں اور ان شاء اللہ یہ دردِ دل ظاہر ہو کر رہتا ہے، جو لوگ اپنی خواہشات کا خون کرتے ہیں اور غم اٹھاتے ہیں ایک دن ایسا آئے گا کہ ان کے دردِ محبت کی خوشبو کو اللہ اڑائے گا۔ اب اس پر میرا ایک شعر سنئے جو حیدر آباد دکن میں ہوا تھا۔

ہائے! جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

اور ؎

اس کی خوشبو سے مسلماں بھی مسلماں ہوں گے

اسبابِ گناہ سے قرب، گناہ میں ابتلاء کا ذریعہ ہے

اور یہ بات بھی سن لیجئے کہ مسٹروں میں لڑکوں سے عشق کا مرض زیادہ نہیں ہوتا، کیونکہ ان کو مخلوط تعلیم میں لڑکیاں آسانی سے مل جاتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ مرض عربی مدارس میں زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ مولوی ڈاڑھی رکھ کر کسی عورت سے بات کرتے ہوئے شرماتا ہے اور لڑکوں سے کہتا ہے کہ تو میرا بھائی ہے، میرا شاگرد ہے، میرا منہ بولا بیٹا ہے اور اس بہانے سے ناجائز تعلق بنالیتا ہے۔ جیسے آج کل جو عورتیں بدمعاش ہیں وہ اپنے شوہر سے غیر مردوں کے بارے میں کہتی ہیں کہ ان سے ملنے جلنے پر زیادہ مت بولنا، ان سے میرا پردہ نہ کرانا، یہ تو میرا منہ بولا بھائی ہے، اس کو آنے جانے دو، خبردار، جو اس سے پردہ کرایا۔ سمجھ لو کہ یہ سب بہانے ہیں اور بہت بڑا زہر ہے۔ لہٰذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس گناہ میں آسانی ہوتی ہے، اس گناہ سے بچنا مشکل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا عورتوں سے زنا کرنا یہ گناہ مولویوں کے لئے مشکل ہے، کیونکہ انہیں سب دیکھ لیتے ہیں کہ ارے امام صاحب، آپ فلاں عورت سے بات کر رہے تھے مگر لڑکوں سے بات کرتے ہوئے کوئی برا گمان بھی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اس گناہ سے بچنے کے لئے طالبین کو، سالکین کو اور مدرسین کو زیادہ احتیاط کرنا چاہئے، کیونکہ اس ماحول میں ان کے لئے زیادہ خطرہ ہوتا ہے، جبکہ کالج میں مسٹروں کو کوئی کچھ نہیں کہتا، کیونکہ وہاں گناہ اور اللہ کی

نافرمانی سے بچنے کی کوئی اہمیت نہیں۔

بعض کالج کے لڑکے کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے لگے یا تبلیغی جماعت میں گئے، دیندار ہوگئے پھر مدرسہ میں آئے تو انہوں نے شکایت کی کہ ہمارے کالج میں تو یہ مرض نہیں تھا اور آپ کے مدارس میں ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی مدرسہ کی توہین نہ کرو، میں اس کا راز بتاتا ہوں کہ جب تم کالج میں تھے تو مخلوط تعلیم میں تھے، لڑکیاں تمہارے ساتھ تھیں، تمہیں ایک مسالہ ملا ہوا تھا، اس لئے تمہارا کوئی مجاہدہ ہی نہیں تھا، تم لڑکیوں کی بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ پھر رہے تھے، جانوروں کی طرح تمہاری زندگی تھی، جبکہ مدارس میں لڑکیوں کا گذر بھی نہیں ہے، وہاں تو تقویٰ سکھایا جاتا ہے، بس جہاں تقویٰ سکھایا جاتا ہے شیطان وہیں زیادہ محنت کرتا ہے، اور انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم تو کالج میں خود شیطان بنے ہوئے تھے، شیطان اپنی ہی برادری پر محنت نہیں کرتا، کہتا ہے کہ ارے، یہ تو میرے ہی بھائی ہیں۔

ایک لطیفہ

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک لیڈر اپنی تقریر کے بعد کہہ رہا تھا کہ آج ہماری تقریر سے نالائقوں نے کوئی اثر نہیں لیا، انہیں فائدہ نہیں پہنچا، نہ کوئی نعرہ لگا یا نہ واہ، واہ، ہوئی، جتنے سننے والے تھے سب گدھے تھے۔ اس لئے ان کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک شخص نے کہا کہ اچھا ہم گدھے ہیں جب ہی تو آپ تقریر میں کہہ رہے تھے کہ میرے بھائیو، میرے بھائیو۔

شیطان دینداروں پر زیادہ محنت کرتا ہے

تو شیطان نیک بندوں اور جو فرشتہ بننا چاہتے ہیں ان پر زیادہ محنت کرتا ہے، تاکہ وہ اللہ والے نہ بن سکیں، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ تو میرے ہاتھ

سے نکلنے والے ہیں، اللہ کے ولی بننے والے ہیں اوران پر زیادہ محنت اس لئے کرتا ہے کہ اگر یہ ولی ہوجائیں گے، عابد ہوجائیں گے تو یہ لاکھوں کو ولی اللہ بنائیں گے، لہٰذا ان کے اخلاق کو برباد کرتا ہے تا کہ ان کی خوب بدنامی ہو اور انہیں عشقِ امارد میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور حسین لڑکوں سے بدنظری کرنے کے مرض میں مبتلا کر کے ان کا راستہ مارتا ہے، یہاں تک کہ بدفعلی کرا کے دنیا وآخرت میں رسوا کردیتا ہے۔

لہٰذا اس کا علاج یہی ہے کہ کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرو اور میری کتاب ''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'' کا مطالعہ کرو اوران لڑکوں سے دور رہو جن کو دیکھنے سے نفس ذرہ برابر بھی حرام مزہ لینے لگے، اوران سے جسمانی خدمت نہ لی جائے، سب سے بڑا فتنہ اسی جسمانی خدمت سے ہوتا ہے، خصوصاً گھٹنوں سے اوپر پیر دبوانے سے۔ لہٰذا مہتمم اور اساتذہ کو لڑکوں سے ہرگز خدمت نہ لینی چاہئے۔

بڑے لڑکوں اور چھوٹے لڑکوں کا میل جول زہرِ قاتل ہے

دوسری انتہائی اہم بات یہ ہے کہ بڑے لڑکے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ نہ رہیں ورنہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ پہلے میلان، پھر عشق بازی اور آخر میں شیطان بدفعلی کرا دیتا ہے اور سالکین جو اللہ اللہ کررہے ہیں ان کے لئے تو میں خاص طور پر کہتا ہوں کہ امرد لڑکوں کے ساتھ میل جول رکھنا زہرِ قاتل ہے، یہ عمل خدا سے محروم کردیتا ہے اور صرف محروم ہی نہیں کرتا بلکہ گندا کام کرا کے مبغوض بھی کردیتا ہے۔

سب سے سخت عذاب بدفعلی کی مرتکب قوم پر آیا

حدیث میں آتا ہے کہ جب لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا گناہ ہوتا ہے تو

فرشتے ڈر کے مارے آسمان پر چلے جاتے ہیں، کیونکہ وہ یہ عمل کرنے والوں پر عذاب کو نازل ہوتا ہوا دیکھ چکے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بدفعلی کرنے والی قوم کو اوپر پہلے آسمان تک لے گئے۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل قومِ لوط کی بستی کو آسمان کے اتنے قریب لے گئے تھے کہ اس آسمان والے فرشتوں نے اس بستی کے گدھے اور کتوں کی آوازیں بھی سنیں اور پھر وہاں سے پوری بستی کو زمین پر الٹ دیا اور پھر آسمان سے پتھر بھی برسائے۔

دیکھا آپ نے، ایسا عذاب کسی قوم کو نہیں ہوا۔ یہ اتنا خبیث عمل ہے کہ اللہ پاک نے اس کا نام ہی فعلِ خبیث رکھ دیا اور عذاب ایسا دیا کہ بستی الٹنے کے بعد جب وہ سب مر گئے، تو مرے ہوؤں پر اللہ پاک نے پتھر برسا دیئے۔ اندازہ لگائیے، اتنا غصہ اللہ پاک کو اس بدفعلی پر آتا ہے۔ بتایئے، کیا مرنے کے بعد کوئی مردے کو جوتے لگاتا ہے؟ اگر آپ کا کوئی دشمن مرجائے تو مرنے کے بعد آپ اس کو جوتے نہیں لگاتے کہ جناب، اب تو یہ مرگیا اب کیا جوتے لگائیں لیکن اللہ پاک اتنے غضب ناک ہوئے کہ لوگوں کی عبرت کے لئے مرنے کے بعد پتھر بھی برسائے اور ہر پتھر پر ان کا نام لکھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝٣٢ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝٣٣ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝٣٤﴾

(سورۃ الذاریات)

فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان بھی ہے یعنی اللہ کے یہاں ہر پتھر پر ان کا نام بھی لکھا ہوا ہے اور وہ

پتھر مسرفین یعنی حد سے گذرنے والوں کے لئے ہیں۔

عشقِ مجازی جرمِ عظیم ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب، نامحرم عورتوں اور لڑکوں سے محبت کرنے میں کیا حرج ہے؟ تو اس کا جواب قرآن پاک کی آیت:

﴿اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۲﴾﴾

میں ہے، اس میں ایسی محبت کرنے والوں کو مجرم فرمایا گیا ہے۔ یہ حرام محبت ایسا جرم ہے کہ اس کا مقدمہ یعنی شروعات بھی جرم ہے، یعنی کسی حسین پر نظر کرنا بھی جرم ہے، اس سے بات چیت کرنا بھی جرم ہے، اس کو مٹھائی کھلانا بھی جرم ہے، اس کے پاس بیٹھنا بھی جرم ہے، یہ سب کام کرنے والے مجرمین میں شامل ہوجاتے ہیں، کیونکہ مقدمۂ حرام حرام ہوتا ہے۔

اور یہ جرم کیوں ہے؟ اس کو ایک مثال سے سمجھئے اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دل سے پوچھئے کہ کوئی شخص آپ کا بہت ہی گہرا دوست ہو اور آپ اس کی عزت بھی کرتے ہوں لیکن ایک دن آپ کے بیٹے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہو اور آپ نے اس کو دیکھ لیا تو بتایئے، آپ اس کو اپنا دوست بنائیں گے؟ آپ کہیں گے کہ خبیث تیری آنکھیں نکال دوں گا، تو میرے بیٹے کو بری نظر سے دیکھ رہا ہے۔ تو باپ کو اپنے بیٹے سے جتنی محبت ہے اس سے زیادہ محبت اللہ کو اپنی مخلوق سے ہے۔ جب ایک حصہ محبت میں یہ حال ہے کہ باپ نہیں چاہتا کہ کوئی میری بیٹی کو یا میرے بیٹے کو بری نظر سے دیکھے تو ربا جس کے پاس ۹۹ فیصد محبت ہے جب اس کی محبت کا ظہور ہوگا تو اس کے بندوں کو بری نظر سے دیکھنے والوں سے وہ کیسا انتقام لے گا اور ان کا کیا حال ہوگا، بلکہ اللہ کی محبت تو سو سے بھی زیادہ ہے، یہ تو ایک مثال ہے، بات کو

سمجھانے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔

مخلوقِ خدا سے خیر خواہی کے معنیٰ

تو اللہ کے بندوں کو، اللہ کی مخلوق کو بری نظر سے دیکھنا جبکہ مخلوق اللہ کی عیال ہے کتنا بڑا جرم ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

((اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ))

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الاداب، بابُ الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص:۴۲۵)

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ سے بھلائی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ لہٰذا کافر لڑکے کو بھی بری نظر سے دیکھنا جائز نہیں ہے، یہ بین الاقوامی جرم ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تو کافر ہے، عیسائی ہے، بھنگی ہے، کیونکہ اللہ پاک نے کافر کو بھی بری نظر سے دیکھنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ کافر تو ہے مگر اللہ کا بندہ بھی ہے۔ اگر کسی کا بیٹا نافرمان ہے، باپ کی بات نہیں مانتا تو باپ اپنے نافرمان بیٹے کے لئے نہیں چاہے گا کہ کوئی اس کے ساتھ بدفعلی کرے؟ تو اللہ بھی اپنے نافرمان بندوں کے بارے میں بے اصولیوں کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی انہیں بری نظر سے دیکھے اور ان کے ساتھ غلط کام کرے۔ آپ لندن جائیں اور کسی کافر انگریز کا لڑکا سامنے ہو تو اس کو بھی آپ بری نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت، لڑکیاں کراچی میں سڑکوں اور بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں، ناچتی پھرتی ہیں اور اپنے آپ کو دکھاتی پھرتی ہیں تو جب وہ خود ہی دکھاتی ہیں تو دیکھ لینے میں ہمارا کیا قصور ہے؟ میں نے کہا کہ بھئی، اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اگر آپ کے دوست کی دس بیٹیاں ہیں، نو بیٹیاں تو ولی اللہ ہیں، پردے میں ہیں، ان کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اور ایک بیٹی

فلم ایکٹریس ہوگئی، ناچنے لگی اور ایک دن آپ اس کا ناچ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے دوست نے جس کی یہ بیٹی ہے آپ کو دیکھ لیا تو آپ کا دوست آپ کو یہی کہے گا کہ آپ نے میری بیٹی کو نامناسب حالت میں کیوں دیکھا؟ آپ کو تو چاہئے تھا کہ سجدہ میں گر جاتے اور اللہ سے روتے کہ یا اللہ، یہ میرے دوست کی بیٹی ہے، نافرمان ہے، ناچتی ہے اس کو آپ فرمان بردار اور تقویٰ والی بنادیجئے تب میں سمجھتا کہ آپ میرے دوست ہیں لیکن آپ نے اپنی دوستی کا یہ حق ادا کیا۔ آپ اس سے ناراض ہوجائیں گے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو بھی ان کے بندوں پر غلط نظر ڈالنے والوں اور ان کے ساتھ غلط کام کرنے والوں پر سخت غصہ آتا ہے اور اس پر اللہ کی ناراضگی کا عذاب مسلط ہوجاتا ہے۔

اور قومِ لوط کو جو مُسۡرِفِیۡنَ فرمایا تو یہ لوگ مسرفین اس لئے تھے کہ انہوں نے اپنی منی اور خون کو پاخانے کے مقام پر ضائع کیا، جس منی سے انسان پیدا ہونے تھے، جس منی سے اولیاء پیدا ہونے تھے اس کو پاخانے کے مقام پر ضائع کیا۔ کیا یہ معمولی اسراف ہے؟ یہ بہت بڑا اسراف ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔

تو میں اللہ کی ولایت اور دوستی کے اصول بتا رہا ہوں، گذارش کر رہا ہوں کہ اللہ کے دوست بننا چاہتے ہو تو اللہ پاک کی ساری مخلوق کے ساتھ اپنے قلب میں خیر خواہی کا ارادہ رکھو، کسی کے لئے نہ دل میں برائی آئے، نہ آنکھوں میں، اگر دل میں وسوسہ آجائے تو استغفار کرلو کہ یا اللہ، وسوسوں پر میرا اختیار نہیں، پھر بھی میں ان وسوسوں سے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں کہ آپ کی مخلوق کے بارے میں میرے دل میں ایسا وسوسہ آیا۔ اللہ پاک نے چاہا تو ان شاء اللہ اس عمل سے بہت نفع ہوگا۔

بداحتیاطی کے نقصانات

اچھا، ایک اور بات عرض کر دوں کہ جو طلبہ احتیاط نہیں کرتے اور بدنظری اور عشقِ امارد میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو اس قسم کے گناہوں اور گندی عادات سے ان کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ حکیم ہونے کی وجہ سے میرے پاس مریض آتے ہیں اس لئے اس بارے میں میرا تجربہ زیادہ ہے، خالی عالمِ دین کو طلبہ یہ باتیں نہیں بتاتے ہیں، اگر عالم کے ساتھ ساتھ حکیم بھی ہو تو اس کو بتاتے ہیں کہ:

نمبر ایک: حضرت، آج کل سبق یاد نہیں ہوتا اور جو یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں۔

نمبر دو: حضرت، دماغ میں کچھ کمزوری معلوم ہوتی ہے۔

نمبر تین: کمر میں ہلکا ہلکا درد بھی رہتا ہے۔

نمبر چار: جب سوتا ہوں تو پنڈلیاں اینٹھتی ہیں۔

نمبر پانچ: ان میں ہلکا ہلکا درد بھی رہتا ہے۔

نمبر چھ: جب بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے۔

نمبر سات: اور کبھی کبھی چکر بھی آتے ہیں۔

یہ سب باتیں جوانی میں ہیں جبکہ صحت اعلیٰ ہونی چاہئے، یہ سب چیزیں کہاں سے پیدا ہوئیں؟ ان ہی افعالِ بد کی وجہ سے، کتنے ہی ایسے جوان ہیں کہ جوان ہوتے ہوتے ان کی جوانیاں حرام عشق اور گندے کاموں کی وجہ سے ختم ہوگئیں، اب جب شادی ہوئی تو شرمارہے ہیں، بیوی کے قابل نہیں رہے۔ ان گندے اعمال سے مردانگی کی طاقت ختم ہوجاتی ہے۔ میرے پاس

کتنے ہی نوجوان مریض آئے جنہوں نے بتایا کہ صاحب، بیوی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں، سسرال والے طلاق لے لیں گے، جلدی سے کوئی طاقت کی دوا دے دیجئے۔ ایسی پریشانی کیوں ہوئی؟ اسی گناہ کی وجہ سے، علم بھی گیا اور عمل کو بھی نقصان پہنچا اور ایسا طالبِ علم اچھا عالم بھی نہیں بن سکتا۔

لہٰذا سب مدارس والوں کے لئے طلبہ کے اخلاق کی حفاظت اور نگرانی بہت ضروری ہے کیونکہ جو طلبہ ان برائیوں میں جو میں نے ذکر کیں مبتلا ہو جاتے ہیں ان سے علمِ دین کی پڑھائی بھی چھوٹ جاتی ہے اور اگر مولوی بن بھی جائیں تو بھی ان کو کچھ یاد نہیں رہتا، علمی حیثیت سے بالکل کمزور ہوتے ہیں اور شادی کے لئے ماں باپ پریشان ہوتے ہیں کہ یہ شادی کیوں نہیں کرتا؟ یعنی دین و دنیا دونوں ہی تباہ ہو جاتے ہیں۔

اس لئے مہتمم حضرات سے کہتا ہوں کہ بچوں کی خوب نگرانی کرو، اگر انہیں جید عالم بنانا چاہتے ہو تو انہیں متقی رکھو۔ اس گناہ سے دماغ کو اتنا نقصان پہنچتا ہے کہ اچھا عالم نہیں بن سکتا، کیونکہ بڑی بڑی کتابوں کو پڑھنے کے لیے دماغ کو طاقت چاہیئے اور فسق و فجور سے قوتِ حافظہ کو نقصان پہنچتا ہے، جبکہ تقویٰ سے علم میں برکت آتی ہے اور حافظہ بھی قوی رہتا ہے۔

اللہ والا عالم بننے کے لئے حکیم الامتؒ کے دو نسخے

اسی لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص بڑا اور اور متقی عالم بننا چاہے تو وہ دو عمل کرلے:

نمبر ایک: استاد کا ادب کرے، کیونکہ بے ادبی سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

نمبر دو: تقویٰ اور پرہیز گاری سے رہے، کیونکہ گناہ گاروں کو اللہ پاک علم کا

نور نہیں دیتا۔

علمی استعداد کے لئے حکیم الامتؒ کے تین نسخے

اور ایک بار فرمایا کہ جو طالب علم یہ تین کام کرلے میں اس کی استعداد کا ذمہ لیتا ہوں:

نمبر ایک: استاد سے سبق پڑھنے سے پہلے اس سبق کا مطالعہ کرلے۔

نمبر دو: پھر استاد کی تقریر غور سے سنے۔

نمبر تین: پھر استاد سے سبق پڑھنے کے بعد ایک بار تکرار کرلے۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سبق پڑھنے سے پہلے اس کے مطالعہ کا کیا مطلب ہے؟ **تَمِیۡیزُ الۡمَعۡلُوۡمِ مِنَ الۡمَجۡهُوۡلِ** مطالعہ سے یہ پتا چل جاتا ہے کہ کیا کیا باتیں ہم نے سمجھ لیں اور کیا کیا نہیں سمجھیں، مثلاً آٹھ آنا سمجھے اور آٹھ آنا نہیں سمجھے، اب جو کچھ نہیں سمجھا استاد کے سامنے اس کو غور سے سننے سے سمجھ لے گا اور جو مطالعہ نہیں کرتا اس کے لئے سب بے کار ہے۔ اس کے علم میں برکت نہیں ہوتی۔

بڑے لڑکے اور چھوٹے لڑکے ایک ساتھ تکرار نہ کریں

اور یہ جو عمل ہے کہ تکرار کرے تو یاد رکھو کہ تکرار اس کے ساتھ کرے جس میں حسن و کشش نہ ہو اور جو امرد ہو یا جس میں حسن اور کشش ہو، یعنی ڈاڑھی مونچھ کے باوجود بھی اس کی طرف میلان ہوتا ہو تو اس کے ساتھ ہرگز تکرار نہ کرے، ورنہ تکرار کرتے کرتے تکرار ہوجائے گی۔ تکرار کا معنیٰ جھگڑا بھی ہے، یعنی عشقِ مجازی کے جھگڑے میں مبتلا ہوجائے گا۔

اس کے علاوہ ایک ضروری بات یہ ہے کہ یہاں روزانہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور میری کتاب روح کی بیماریاں اور ان کا

علاج پڑھ کر سنانے کا معمول ہونا چاہئے اور روزانہ ذکر بھی ہونا چاہیے، اس کے لئے روزانہ پندرہ منٹ نکالیں، دس منٹ ذکر کے لئے اور پانچ منٹ میں بزرگوں کے کچھ ملفوظات اور کوئی بات سنا دی۔

حضرت والا کی اشاعتِ دین کی تڑپ اور اخلاص

یہ تقریر جو ابھی میں کر رہا ہوں تو یہ میں اپنی آبرو کو ختم کر کے تقریر کرتا ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ پیر تو سب باتیں جانتا ہے اور بدگمانی کرتے ہیں لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ جو مرض اس زمانے میں کالرا ہیضہ کی طرح پھیلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محرومی کا سب سے بڑا سبب ہے بھلا لوگوں سے ڈر کر میں اس پر بیان نہ کروں؟

پشاور میڈیکل کالج میں جب میں نے اس مضمون کو بیان کیا تو میڈیکل کالج کے ڈیڑھ ہزار لڑکوں نے کہا کہ اس عالم نے تو ہمارا ایکسرے کرلیا، ہمارے اندر جو جو مرض تھے سب بیان کر دیے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ملّاؤں سے نفرت کرتے تھے لیکن اس کی تقریر نے تو ہمیں پاگل کر دیا، ایک ہفتہ ہمیں ان کے ساتھ اور مل جائے تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا اور جن پروفیسر صاحب نے میری ان طلبہ سے ملاقات کرائی تھی انہوں نے بتایا کہ یہ اتنے بدتمیز لڑکے ہیں کہ استادوں سے لڑتے ہیں اور ان کے سامنے ان کو چھیڑنے کے لئے میز بجاتے ہیں مگر آپ کی تقریر انتہائی ادب اور محبت سے سنی اور آخر میں سب نے مصافحہ بھی کیا اور بعضوں نے میرا کراچی کا پتا بھی لکھا۔ یہ کیا بات ہے؟ یہی بات ہے کہ اللہ کے نام پر توفیق مانگتا ہوں کہ یا اللہ، اپنے نام پر اختر کو جان، مال، عزت، آبرو، سب کچھ قربان کر دینے کی توفیق نصیب فرمایئے اور میرے دوستوں کو بھی۔

تو میں اپنی آبرو کو داؤ پر لگا کر اس مضمون کو بیان کرتا ہوں اور میں نے دیکھا کے بڑے بڑے مدارس کے طلبہ الحمدللہ میرے اتنا صاف صاف بیان کردینے سے بہت خوش ہوئے، جبکہ دوسرے اتنا صاف بیان کرنے سے شرماتے اورگھبراتے ہیں۔ ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے بڑے بڑے مدارس کے علماء وطلبہ نے اس مضمون کوسن کر الحمدللہ میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ سب باتیں بزرگوں کی ہیں، میں نے توبس جمع کردی ہیں، اللہ پاک جس سے چاہے کام لے لیں۔

ایں ہمہ گلزار از ابرارِ ما

یہ سب میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور جن کی پہلے صحبت اٹھائی، یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی دامت برکاتہم کی دعائیں ہیں۔ جس کے تین شیخ ہوں اگر وہ ایک کے احسانات کا ذکر کرے اور دوسروں کے احسانات کا ذکر نہ کرے تو یہ بے وفائی کی بات ہے تو یہ سب میرے بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

چند دن خونِ تمنا پر بہارِ نسبت عطا ہو جاتی ہے

چند دن احتیاط کرلو، چند دن دل پر غم سہہ لو پھر دیکھو اللہ کیسی نسبت عطا فرماتے ہیں۔ جب مولیٰ دل میں آتا ہے تو دل کا کیا عالم ہوتا ہے؟ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ۔

بادہ ازما مست شد نے ما از او

میں شراب سے مست نہیں ہوا ہوں، بلکہ شراب مجھ سے مست ہوئی ہے۔

قالب ازما ہست شد نے ما از او

یہ جسم میری روح کی بدولت قائم ہے، میری روح جسم سے قائم نہیں ہے، آگے فرماتے ہیں ۔

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست

شراب اپنی مستی میں میری مستی کی بھکاری ہے ۔

چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست

آسمان اپنی گردش میں میرے ہوش اور میری روحانیت کے وسیع میدان کا ایک قیدی ہے، کیونکہ جس دل میں خدا آتا ہے افلاک و زمین کے ساتھ، سماوات و ارض کے ساتھ آتا ہے، بے شمار آفتاب وقمر کے ساتھ آتا ہے اور عرشِ اعظم و کرسی کے ساتھ آتا ہے ۔

اپنا عالم الگ بناتا ہے
عشق میں جان جو گنواتا ہے

اور ۔

جب کبھی وہ ادھر سے گذرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

یہ چیز کہنے کی نہیں ہے، اللہ جس دل کو پیار کرلے، جس دل پر ایک نظر رحمت کی ڈال دے، کافرِ صد سالہ سو برس کے کافر کے دل کو اگر اللہ ایک نظرِ رحمت سے دیکھ لے تو وہ اسی وقت رشکِ ابدال ہوجائے گا، اللہ کی شان کے آگے ابدال کیا ہیں، اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت کتنی قیمتی ہے، ذرا اس کو سوچو۔ اس لئے دوستو، رونے سے کام بنے گا، زور سے کام نہیں بنے گا، زاری سے کام بنے گا۔ بارہا شکستِ توبہ کرچکے، اب اپنے دست و بازو پر بھروسہ مت کرو، یہ کہو کہ ہم اپنے دست و بازو بہت استعمال کرچکے ہیں لیکن ہم اپنی محدود طاقت سے آپ کا غیر محدود راستہ طے نہیں کرسکتے، لہٰذا آپ ہماری طرف اپنا دستِ کرم بڑھائیے ۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

میری جھولی کی طرف آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے اور اس میں کچھ ڈال دیجئے ؎

آفریں بر دست و بر بازوئے تو

اے اللہ، آپ کے دستِ جذب پر صد آفرین ہو اور آپ کی شانِ اجتباء پر:

﴿اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾

(سورۃ الشوریٰ، آیۃ: ۱۳)

پس اللہ تعالیٰ مست کرتا ہے، ورنہ اختر کیا جانتا ہے ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑ پایا گیا ہوں
سمجھتا لاکھ اَسرارِ محبت
نہیں سمجھا، میں سمجھایا گیا ہوں

میں بنگلہ دیش آیا نہیں، لایا گیا ہوں، یہ سب غیبی طور پر اسباب ہوتے ہیں۔

تو مومن نفس و شیطان کے گندے کاموں میں، کیچڑ میں اپنی روح کو کیوں پھنساتا ہے، اس کو چاہئے کہ اللہ کے دریائے قرب کی گہرائیوں میں غوطہ مارے، ورنہ روح بے قیمت ہوجائے گی، جیسے روہو مچھلی کی شان یہ ہے کہ دریا کے دھارے کے خلاف تیرتی ہے، لہٰذا نفس کی حرام خواہشات کے دھاروں کے خلاف تیرو، نفس کو مٹانا سیکھو، پھر اللہ کو پانا سیکھو گے۔ اللہ کو پانے کا اور نفس کو مٹانے کا شوق نہ ہو تو ایسا شخص دعوٰیِ محبت میں نہایت کاذِب اور راہِ محبت کا مُخَنَّث ہے۔

نفس پر مردانہ وار حملہ کرنا چاہئے

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے مخنث، نے تو مردے نے تو زن

اے مخنث، نہ تو مرد ہے، نہ عورت۔

ہیں، تبر بردار مردانہ بزن

ارے تبر اٹھا اور نفس پر مردانہ وار حملہ کر، کیونکہ نفس اپنی خاصیت کے اعتبار سے مونث ہے، عورت ہے، اسی لئے اس کی طرف مؤنث کی ضمیر راجع ہوتی ہے، جیسے عورت کا مکر وفریب عظیم ہوتا ہے:

﴿إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ﴾

(سورۃ یوسف، آیۃ:۲۸)

اس کے مکر وفریب عظیم ہوتے ہیں، ایسے ہی نفس کا مکر بھی عظیم ہوتا ہے، لٰہذا جب تک مرد نہ بنو گے نفس کی عورت قبضہ میں نہیں آئے گی۔ دیکھ لو، اگر مرد بہادر نہیں ہوتا تو عورت اس کے قبضہ میں نہیں آتی۔ اسی لئے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

ہیں، تبر بردار مردانہ بزن

نفسِ مؤنث پر مردانہ وار حملہ کرو، اگر عورت کے پاس عورت کی طرح رہو گے تو ساری زندگی عورت ہی رہو گے، مرد نہیں بنو گے بلکہ ہوسکتا ہے وہ تمہارے اوپر چڑھ جائے ؎

چوں علی وار ایں درِ خیبر شکن

مثل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس درِ خیبر کو توڑ دو۔

تلاوتِ قرآنِ مجید کے فضائل

اب آخر میں مہتمم حضرات سے مزید عرض کرتا ہوں کہ قرآن پاک حفظ کرنے والے بچوں کے لیے قرآن پاک کے تین فضائل بنگلہ زبان میں لکھ کر کے ٹانگ دیئے جائیں:

نمبر ۱: تلاوتِ قرآنِ پاک سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔

نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔

نمبر ۳: قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، چاہے سمجھ کر پڑھے یا بے سمجھے پڑھے۔

تین فائدے تو یہ لکھ دیئے جائیں جو ناظرہ والوں کے لئے ہیں اور اگر کوئی حافظ بھی ہو گیا تو:

نمبر ۴: اسے جنت کے گیارہ پاسپورٹ مل گئے، ایک پاسپورٹ سے تو خود جنت میں جائے گا اور دس پاسپورٹ سے خاندان والوں میں سے ایسے لوگوں کا انتخاب کرلے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی، پھر ان کو معاف کرائے گا اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

آیاتِ قرآنیہ سے گمراہ فرقوں کا رد

اور جو یہ کہے کہ بغیر سمجھے قرآن پاک پڑھنے کا ثواب نہیں ملتا وہ یا تو بددین ہے یا جاہل ہے۔ اس کی دلیل ہے الٓمٓ پر تیس نیکیاں ملنا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ))

(سنن الترمذی، باب فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من اجر)

جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے ایک حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ اس میں غور کریں کہ مثال دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الٓمٓ کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ جبکہ سارا قرآن الفاظ سے بھرا ہوا ہے، کیونکہ الٓمٓ کے معنی سوائے

اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پھر بھی اس کی تلاوت پر تیس نیکیاں مل رہی ہیں اور ایک فرقہ نیچریوں کا پیدا ہونے واالا تھا، جو یہ کہتا کہ قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنا بے کار ہے، جیسا کہ آج کل بعض گمراہ قسم کے لوگ یہ باتیں پھیلا رہے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال اس لیے دی تا کہ کل کوئی یہ فتنہ پیدا نہ کرے کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ لہٰذا زبانِ نبوت سے یہ مثال قیامت تک کے فتنوں کا رد ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:

﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیۃ: ۳۷)

بے شک اللہ تعالیٰ بکثرت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ تَوَّاب کے بعد صفتِ رَحِیْم کیوں نازل کی؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں جو تمہاری توبہ قبول کرتا ہوں تو اس وجہ سے نہیں کہ میں اس کا پابند ہوں، بلکہ وجہ یہ ہے کہ میں رحیم ہوں، اپنی شانِ رحمت سے معاف کرتا ہوں اور شانِ رحمت سے تمہاری توبہ قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک فرقہ ایسا پیدا ہونے والا تھا جو یہ کہتا کہ اگر بندہ اللہ سے توبہ کرے تو اللہ پر اس کو معاف کرنا واجب ہو جاتا ہے، نعوذ باللہ۔ لہٰذا بعد میں ایک فرقہ پیدا ہوا جس کو فرقۂ معتزلہ کہا جاتا ہے۔ فرقۂ معتزلہ یہ کہتا تھا کہ توبہ کر لینے کے بعد اللہ کو اپنے بندہ کو قانوناً معاف کرنا ضروری ہے تو علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرقۂ معتزلہ کا رد ہے کہ میری توّابیت قانون اور ضابطہ کی پابند نہیں ہے، تو لفظِ تَوَّاب کے بعد رَحِیْم کا نزول فرقۂ معتزلہ کے رد کے لئے ہوا ہے، یہ ہے تفسیر روح المعانی۔

تلاوتِ قرآنِ پاک کے آداب

قرآن پاک کی تلاوت کے چار فوائد ہو گئے۔ اب قرآن پاک کی تلاوت کے تین آداب ہیں:

نمبر ۱: اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت محبت سے کرے، کیونکہ رب العالمین، سارے جہانوں کو پالنے والے کا کلام ہے اور پالنے والے سے محبت ہوتی ہے۔ اماں ابا سے کیوں محبت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے پالا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہمیں تو ماں باپ نے پالا ہے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے تو نہیں پالا، تو ماں باپ نے بچوں کو کھا بھی لیا ہے، جب قحط پڑا اور غلہ ختم ہو گیا تو ماں باپ بچوں کا گوشت کھا گئے۔ تو ان کا یہ پالنا اللہ کے پالنے سے ہے۔ جیسے اللہ سورج نکالتا ہے، سورج سے غلہ کو پکاتا ہے، اگر سورج نہ نکلے، غلہ نہ ہو تو جتنے دولت مند ہیں کیا نوٹ کھا سکتے ہیں؟ نوٹ کھا کر کیا کوئی زندہ رہے گا؟ لٰہذا اللہ کا کلام محبت سے پڑھو۔

نمبر ۲: عظمت سے پڑھو، کیونکہ بہت بڑے احکم الحاکمین کا کلام ہے۔

نمبر ۳: اس دھیان سے پڑھو کہ اللہ پاک نے ہمیں اس کو پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اچھا، یہ جو آج کا بیان ہے اس کی کیسٹ سب مدارس والوں کو لے لینی چاہئے، کیونکہ اس موضوع پر اتنا مفصل بیان جتنا یہاں زنجیرا میں ہوا ہے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اتنے جوش وخروش کے ساتھ اتنا زبردست بیان کہیں اور ہوا ہو، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لُطف سر دینے میں ہے جاں باز کو
کب ہَوس اس کی ہے حیلہ ساز کو

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
اِک ترا غم ہے ترے ناساز کو

عِشق تُو انجام کو پہنچے گا کب
ایک مدّت ہو گئی آغاز کو

دردِ دِل جو اور بھی افزُوں کرے
ڈھونڈتا ہوں ایسے چارہ ساز کو

تیری خاموشی لیے ہے فکرِ دوست
کون سمجھے گا ترے اِس راز کو

تیر کھانے کا مزہ پا کر کے عشق
ڈھونڈتا پھرتا ہے تیر انداز کو

عشق تو رکھ دے مرے دل میں قدم
چوم لوں میں تیرے پائے ناز کو

خاک سے پہنچے اُڑ کے تا عرشِ بریں
کچھ نہ پوچھو عشق کی پرواز کو

آہ جس میں ذوقِ جاں بازی نہ ہو
چھوڑ اختر ایسے ہر دل باز کو